

جمال القرآن

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ

مع

حاشیہ جدیدہ مفیدہ

مولانا محمد یامین رحمہ اللہ علیہ

مکتبہ انبلیشی

شعبہ نشر و اشاعت

مدرسہ عربیہ اسلامیہ، پوربھلی، ٹرسٹ (سلاوا آباد) پاکستان

قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: وَرَتَّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. (المزمل: ٤)
ارشاد باری تعالیٰ ہے: اے رسول آپ قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (باتجوید) پڑھا کریں۔

جمال القرآن

مؤلفہ

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ علیہ

۱۲۸۰ھ - ۱۳۶۲ھ

مع حاشیہ جدیدہ مفیدہ
مولانا محمد یامین صاحب غفرلہ



شعبہ نشر و اشاعت
پورہ ری گورنمنٹ ہیر پینٹل ٹرسٹ (پشاور)
کراچی پاکستان

کتاب کا نام : حِجَابُ الْوَلَدِ

مؤلف : حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ علیہ

تعداد صفحات : ۴۸

قیمت برائے قارئین : =/۲۵ روپے

سن اشاعت : ۱۴۲۹ھ / ۲۰۰۸ء

اشاعت جدید : ۱۴۳۲ھ / ۲۰۱۱ء

ناشر : مکتبۃ البشری

چوہدری محمد علی چیر میٹیل ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

Z-3، اوور سیز بنگلوز، گلستان جوہر، کراچی۔ پاکستان

فون نمبر : +92-21-7740738، +92-21-34541739

فیکس نمبر : +92-21-4023113

ویب سائٹ : www.ibnabbasaisha.edu.pk

www.maktaba-tul-bushra.com.pk

ای میل : al-bushra@cyber.net.pk

ملنے کا پتہ : مکتبۃ البشری، کراچی۔ پاکستان +92-321-2196170

مکتبۃ الحرمین، اردو بازار، لاہور۔ پاکستان +92-321-4399313

المصباح، ۱۶- اردو بازار، لاہور۔ 7223210، +92-42-7124656

بک لینڈ، شی پلازہ کالج روڈ، راولپنڈی۔ 5557926، +92-51-5773341

دارالاحلاص، نزد قصہ خوانی بازار، پشاور۔ پاکستان +92-91-2567539

مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ۔ +92-91-2567539

اور تمام مشہور کتب خانوں میں دستیاب ہے۔

فہرست کتاب

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵	حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رَضِيَ اللهُ عَلَيْهِ	۱ ابتدائیہ
۶	حضرت مولانا محمد یامین رَضِيَ اللهُ عَلَيْهِ	۲ تمہید
۷	تجوید کی تعریف	۳ پہلا لہجہ
۷	تجوید کی ضرورت	۴ دوسرا لہجہ
۸	آداب تلاوت	۵ تیسرا لہجہ
۸	مخارج حروف	۶ چوتھا لہجہ
۱۵	صفات حروف	۷ پانچواں لہجہ
۲۲	صفات مُحْتَسَنَةٌ مُجَلِّيَّةٌ کے بیان میں	۸ چھٹا لہجہ
۲۳	لام کے قاعدوں میں	۹ ساتواں لہجہ
۲۳	راء کے قاعدوں میں	۱۰ آٹھواں لہجہ
۲۷	میم ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں	۱۱ نواں لہجہ
۲۹	نون ساکن اور مشدّد کے قاعدوں میں	۱۲ دسواں لہجہ
۳۲	الف، واو اور یاء کے قاعدوں میں	۱۳ گیارہواں لہجہ
۳۷	ہمزہ کے قاعدوں میں	۱۴ بارہواں لہجہ
۳۷	وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں	۱۵ تیرہواں لہجہ
۴۱	فوائد متفرقہ ضروریہ کے بیان میں	۱۶ چودھواں لہجہ
۴۵		۱۷ خاتمہ

مختصر حالاتِ مصنف عالمِ حیات

نام و نسب و پیدائش: اشرف علی ولد شیخ عبدالحق، ۵ ربیع الاول ۱۲۸۰ھ مطابق ستمبر ۱۸۶۳ء بروز بدھ ولادت باسعادت ہوئی۔

تعلیم و فراغت: ابتدائی فارسی کی تعلیم اور حفظ قرآن میرٹھ میں حاصل کیا۔ پھر تھانہ بھون آکر مولانا فتح محمد صاحب رحمہ اللہ علیہ سے عربی اور فارسی کی متوسط کتابیں پڑھیں۔ نومبر ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۳ء میں تمام علوم و فنون کی تکمیل فرما کر آپ کی فراغت ہوئی۔ مشہور اساتذہ کرام: آپ کے اساتذہ میں مولانا منفعت علی رحمہ اللہ علیہ، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی رحمہ اللہ علیہ، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ علیہ، اور شیخ سید احمد دہلوی رحمہ اللہ علیہ جیسے اساطینِ فضل و کمال شامل ہیں۔

خداداد صلاحیتیں اور عمدہ اوصاف: مجددِ ملت، حکیم الامت، پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت علامہ اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ علیہ ہمارے ان اکابر میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و کرم و انعامات سے نوازا۔ آپ بیک وقت فقیہ و محدث بھی تھے، مفسرِ قرآن و مقرر بھی تھے، حکیم و واعظ بھی اور استاذِ مرقب بھی، اصلاحِ ظاہر و باطن کے حوالے سے آپ کی ذاتِ عالیہ اسلامیانِ برصغیر کے لیے ایک نعمتِ عظمیٰ تھی۔ اس کے ساتھ ہی آپ کو کثیر التصانیف ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور لطف یہ کہ آپ کی ہر تصنیف، علم و جواہر کا خزانہ اور لعلِ بیش بہا ہے، جس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور اٹھاتے رہیں گے۔ آپ کے اوصاف و کمالات کو اگر ایک جماعت پر تقسیم کر دیا جائے تو سب مالا مال ہو جائیں اور ان شاء اللہ آپ کا علمی و روحانی فیض تا قیامِ قیامت جاری ساری رہے گا۔

وفات و تدفین: آخر عمر میں کئی ماہ علیل رہ کر ۱۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ/ ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی شب آپ رحلت فرما گئے۔ اور تھانہ بھون میں آپ ہی کے وقف کردہ زمین ”قبرستانِ عشقِ بازاں“ میں آپ کی تدفین ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ.

ابتدائیہ

بعد الحمد والصلوة یہ چند اوراق ہیں ضروریات تجوید میں مسلمی بہ ”جمال القرآن“ اور اس کے مضامین کو ملقب بہ ”لمعات“ کیا جائے گا۔ محبتی مکرمی مولوی حکیم محمد یوسف صاحب، مہتمم مدرسہ قدوسیہ گنگوہ کی فرمائش پر کتب معتبرہ سے، خصوصاً رسالہ ”ہدیۃ الوحید“ مؤلفہ قاری مولوی عبدالوحید صاحب مدرس اول درجہ قرأت مدرسہ عالیہ دیوبند سے اخذ کر کے بہت آسان عبارت میں جس کو مبتدی بھی سمجھ لیں، لکھا گیا ہے، اور کہیں کہیں قرأت کے دوسرے رسالوں سے بھی کچھ لیا گیا ہے، وہاں ان رسالوں کا نام لکھ دیا ہے، اور کہیں اپنی یادداشت سے کچھ لکھا ہے، وہاں کوئی نشان بنانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، بس جہاں کسی کتاب کا نام نہ ہو وہاں یا تو ”ہدیۃ الوحید“ کا مضمون ہے اگر اس میں موجود ہو، ورنہ احقر کا مضمون ہے۔

وباللہ التوفیق وهو خیر عون وخیر رفیق.

مشورہ مفید: اول اس رسالہ کو خوب سمجھا کر پڑھائیں اور ہر شے کی تعریف اور مخارج و صفات وغیرہ خوب یاد کرادیں، اس کے بعد رسالہ تجوید القرآن نظم حفظ کرا دیا جائے اور اگر فرصت کم ہو تو رسالہ حق القرآن یاد کرا دیا جائے۔ فقط

کتبہ

اشرف علی تھانوی ادہمی حنفی چشتی عفی عنہ

تمہید

بعد الحمد والصلوة عرض ہے کہ اگرچہ رسالہ جمال القرآن اس سے پیشتر مطبع بلای ساڈھورہ و مطبع احمدی لکھنؤ و مطبع انتظامی کانپور وغیرہ میں طبع ہو کر شائع ہو چکا ہے، مگر بوجہ عدم تکمیل بعض مضامین و عدم اہتمام تصحیح اس کے لیے حواشی کی ضرورت تھی۔ چنانچہ احقر نے اس کے مضامین کی توضیح و تکمیل اور اغلاط کی تصحیح کے لیے حواشی لکھے تھے، لیکن چونکہ عموماً حواشی کی طرف التفات کم ہوتا ہے اور اس صورت میں معتد بہ نفع کی توقع بہت کم تھی، اس لیے حسب ایما و ارشاد حضرت مولف علامہ مدنیو ضہم اس نا اہل نے ان حواشی میں سے جو مضامین نہایت ضروری ادا کے متعلق تھے، ان کو رسالہ کا جزو بنا دیا اور جو مضامین بطور دلائل و توضیح کے تھے ان کو حواشی میں رکھ کر حضرت موصوف کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کر دیا۔ حضرت ممدوح نے تصدیق و تحسین فرما کر طبع و اشاعت کی اجازت عطا فرمادی اور تکمیل مضامین کی مناسبت سے اب اس رسالہ کا لقب ”جمال القرآن مکمل“ تجویز فرمادیا۔ اگر قارئین باقتضائے بشریت کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اس نا اہل کی کم فہمی پر محمول فرما کر متنبہ فرمادیں، بعد تحقیق اس سے رجوع کر کے ان شاء اللہ تعالیٰ اصلاح کر دی جائے گی، اور اگر کسی کو اصل عبارت (جو کہ تغیر و تبدل و اضافہ سے پہلے تھی) دیکھنے کی ضرورت ہو تو وہ مطابع مذکور کے مطبوعہ میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ والسلام

ہر کہ خواند دعا طبع دارم
زاں کہ من بندہ گنہ گارم

کتبہ

احقر محمد یامین عفی عنہ

پہلا لمعہ تجوید کی تعریف

تجوید کہتے ہیں ہر حرف کو اس کے مخرج سے نکالنا اور اس کی صفات کو ادا کرنا، اور اس علم کی حقیقت اسی قدر ہے، اور مخرج و صفات آگے آئیں گے چوتھے اور پانچویں لمعہ میں۔

دوسرا لمعہ تجوید کی ضرورت

تجوید کے خلاف قرآن پڑھنا یا غلط پڑھنا یا بے قاعدہ پڑھنا کھن کہلاتا ہے۔ اور یہ دو قسم پر ہے: ایک یہ کہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دیا، جیسے: اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْهَمْدُ پڑھ دیا، ث کی جگہ س پڑھ دیا، یا ح کی جگہ ہ پڑھ دی، یا ذ کی جگہ ز پڑھ دی، یا ص کی جگہ س پڑھ دی، یا ع کی جگہ ء پڑھ دیا، ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بھی مبتلا ہیں، یا کسی حرف کو بڑھا دیا، جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں د کے پیش کو اور ہ کے زیر کو اس طرح کھینچ کر پڑھا اَلْحَمْدُ لِلّٰہی، یا کسی حرف کو گھٹا دیا، جیسے: لَمْ یُوَلِّدْ میں و کو ظاہر نہ کیا، اس طرح پڑھا لَمْ یُلِّدْ، یا زبر، زیر، پیش، جزم میں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ دیا، جیسے: اِیَّاكَ کے ك کا زیر پڑھ دیا، یا اِهْدِنَا میں ہ سے پہلے اس طرح زبر پڑھ دیا اِهْدِنَا، یا اَنْعَمْتَ کی م پر اس طرح حرکت پڑھ دی اَنْعَمْتَ، یا اور اسی طرح سے کچھ پڑھ دیا۔ ان غلطیوں کو ”لُحْنِ جَلِی“ کہتے ہیں اور یہ حرام ہے۔ (حقیقۃ التجوید) اور بعض جگہ اس سے معنی بگڑ کر نماز بھی جاتی رہتی ہے۔ اور دوسری قسم یہ کہ ایسی غلطی تو نہیں کی، لیکن حرفوں کے حسین ہونے کے جو قاعدے مقرر ہیں ان کے خلاف پڑھا، جیسے ر پر جب زبر یا پیش ہوتا ہے تو اس کو پُر یعنی مُنہ بھر کر پڑھا جاتا ہے، جیسے: اَلصِّرَاطِ کی ر، جیسا آٹھویں لمعہ میں آئے گا، مگر اس کو باریک پڑھ دیا، اس کو ”لُحْنِ خَفِی“ کہتے ہیں۔ یہ غلطی پہلی غلطی سے ہلکی ہے یعنی مکروہ ہے۔ (حقیقۃ التجوید) لیکن پچھلا اس سے بھی ضروری ہے۔

تیسرا المعہ آداب تلاوت

قرآن شریف شروع کرنے سے پہلے ”أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ“ پڑھنا ضروری ہے اور ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر سورت سے شروع کرے تو بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے، اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے کوئی سورت بیچ میں شروع ہوگئی تب بھی بِسْمِ اللّٰهِ ضروری ہے، مگر اس دوسری صورت میں سورۃ براءۃ کے شروع میں نہ پڑھے، اور بعضے عالموں نے کہا ہے کہ پہلی صورت میں بھی سورۃ براءۃ پر بِسْمِ اللّٰهِ نہ پڑھے اور اگر کسی سورت کے بیچ میں سے پڑھنا شروع کیا تو بِسْمِ اللّٰهِ پڑھ لینا بہتر ہے ضروری نہیں، لیکن أَعُوذُ بِاللّٰهِ اس حالت میں بھی ضروری ہے۔

چوتھا المعہ

مخارج حروف

جن موقعوں سے حروف ادا ہوتے ہیں انکو ”مخارج“ کہتے ہیں اور یہ مخارج سترہ ہیں۔
مخرج ۱: جوف دہن یعنی منہ کے اندر کا خلا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: و جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف پر پیش ہو، جیسے: الْمَغْضُوبِ . ی جب کہ ساکن ہو اور اس سے پہلے زیر ہو، جیسے: نَسْتَعِينُ . ا جب کہ ساکن بے جھٹکے ہو اور اس سے پہلے زیر ہو، جیسے: صِرَاطِ . اور ساکن بے جھٹکے اس لیے کہا کہ زیر، زیر، پیش والا اور اسی طرح

۱۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ أَعُوذُ بِاللَّهِ پڑھنا مستحب ہے، كَمَا فِي بَعْضِ شُرُوحِ الشَّاطِبِيَّةِ. (زینت القرآن)
۲۔ چنانچہ ”کتاب النثر“ میں ہے: لَا خِلَافَ فِي حَذْفِ الْبِسْمَلَةِ بَيْنَ الْأَنْفَالِ وَبِرَاءَةِ عَنْ كُلِّ مَنْ بَسَمَلَ بَيْنَ السُّورَتَيْنِ وَكَذَلِكَ فِي الْإِبْتِدَاءِ بِبِرَاءَةِ عَلَى الصَّحِيحِ عِنْدَ أَهْلِ الْأَدَاءِ. (ابن ضياء) ۳۔ جَمْعُ حَرْفٍ وَيُرِيدُ حَرْفَ الْهَجَاءِ لِأَحْرُوفِ الْمَعْنَى، وَهُوَ: صَوْتٌ مَعْتَمِدٌ عَلَى مَقْطَعٍ مُّحَقَّقٍ أَوْ مُقَدَّرٍ وَيَخْتَصُّ بِالْإِنْسَانِ وَضَعًا كَمَا فِي شَرْحِ الْجَزْرِيَّةِ. (زینت القرآن)

ساکن جھٹکنے والا ہمزہ ہوتا ہے، اگرچہ عام لوگ اس کو بھی الف کہتے ہیں، جیسے: **الْحَمْدُ** کے شروع میں جو الف ہے یا **بِأَسْ** کے بیچ میں جو الف ہے، یہ واقع میں ہمزہ ہے، اور اس تمام کتاب میں ایسے دونوں الفوں کو ہمزہ ہی کہا جائیگا، یاد رکھنا۔ اور جس الف اور جس واؤ اور جس یاء کا بھی اوپر ذکر ہوا ہے ان کو ”حروفِ مدہ“ اور ”حروفِ ہوائیہ“ بھی کہتے ہیں۔ پہلا نام اس لیے ہے کہ ان پر کبھی مد بھی ہوتا ہے۔ گیارہویں لمعہ کے بیان میں اس کا پورا حال معلوم ہوگا، اور دوسرا نام اس لیے ہے کہ یہ حروف ہوا پر تمام ہوتے ہیں۔ اور جس واؤ ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو ”واؤِ لین“ کہتے ہیں، جیسے: **مِنْ خَوْفٍ** اور جس یاء ساکن سے پہلے زبر ہو اس کو ”یاءِ لین“ کہتے ہیں، جیسے: **وَالصَّيْفِ**۔ پس واؤِ لین اور واؤ متحرک کا مخرج آگے سولہویں مخرج کے بیان میں آئے گا اور یاء متحرک کا مخرج آگے ساتویں مخرج کے بیان میں آئے گا۔

مخرج ۲: اقصیٰ حلق یعنی حلق کا پچھلا حصہ سینہ کی طرف والا، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: ء اور ہ۔
مخرج ۳: وسط حلق یعنی حلق کا درمیان والا حصہ، اس سے یہ حروف نکلتے ہیں: ع اور ح (بے نقطہ والے)۔

مخرج ۴: ادنیٰ حلق یعنی حلق کا وہ حصہ جو منہ کی طرف والا ہے، اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: غ اور خ (نقطہ والے)، اور ان چھ حرفوں کو ”حروفِ حلقی“ کہتے ہیں۔

مخرج ۵: لہائے یعنی کٹے کے متصل زبان کی جڑ جب کہ اوپر کے تالو سے ٹکرائے، اس سے ق ادا ہوتا ہے۔

لے متفقہ میں کی اصطلاح میں ہمزہ کو الف بھی کہتے ہیں، کما فی ”فتح الباری“۔ لہذا ہمزہ کو الف کہنا غلط نہیں، گو متاخرین کی اصطلاح کے خلاف ہے۔ لے ہوا سے، ہونٹوں سے حلق تک کا خلا جو ف مراد ہے۔ (زینت الفرقان) سے یفتح اللام وہائے ہوز و آخر فوقانی، گوشت پارہ کہ شبیہ بزبان باشد و او در انتہائے کام آویختہ است کما فی ”حاشیہ منتخب النفاہس“۔

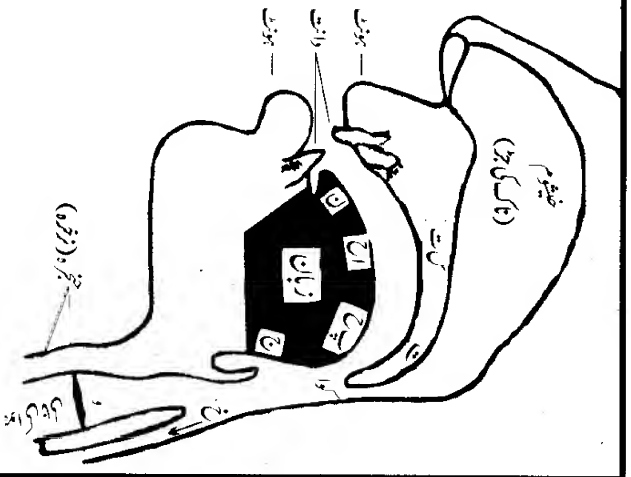
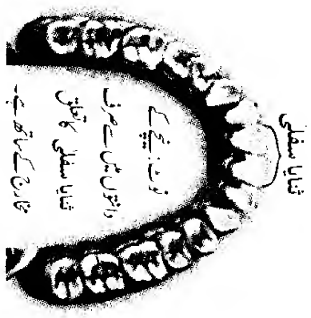
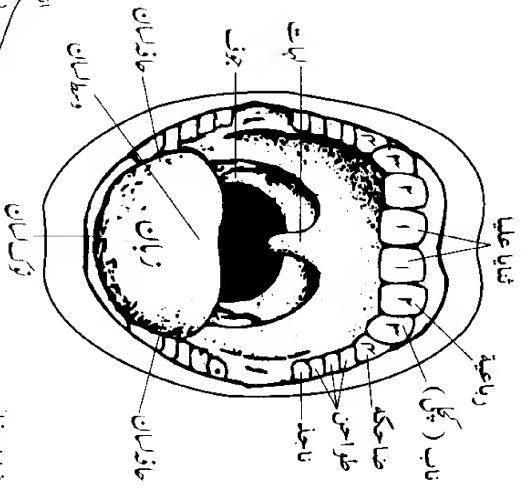
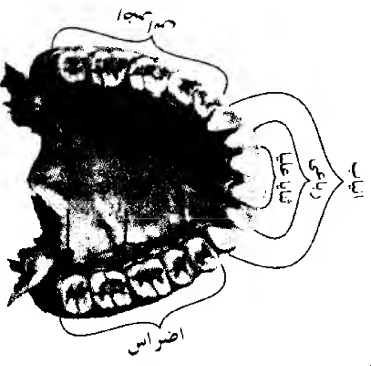
مخرج ۶: ”ق“ کے مخرج کے متصل ہی منہ کی جانب ذرا نیچے ہٹ کر، اس سے ”ک“ ادا ہوتا ہے اور ان دونوں حرفوں کو ”لہاتیہ“ کہتے ہیں۔

مخرج ۷: وسط زبان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو ہے، اور اس سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: ج، ش، ی۔ جب کہ مدہ نہ ہو یعنی یائے متحرک اور یائے لین۔ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں، ان کو ”حروف شجریہ“ کہتے ہیں۔

فائدہ: آگے جو مخارج آتے ہیں ان میں بعضے دانتوں کے نام عربی میں آئیں گے، اس واسطے پہلے اُنکے معنی بتلا دیتا ہوں، انکو خوب یاد کر لیں تاکہ آگے سمجھنے میں دقت نہ ہو۔

جاننا چاہیے کہ بتیس میں سے سامنے کے چار دانتوں کو ”ثنایا“ کہتے ہیں، دو اوپر والوں کو ”ثنایا علیا“ اور دو نیچے والوں کو ”ثنایا سفلی“ اور ان ثنایا کے پہلو میں چار دانت جو ان سے ملے ہوئے ہیں، ان کو ”رباعیات“ اور ”قواطع“ بھی کہتے ہیں، پھر ان رباعیات سے ملے ہوئے چار دانت نوک دار ہیں، ان کو ”انیاب“ اور ”کواسر“ کہتے ہیں، پھر ان انیاب کے پاس چار دانت ہوتے ہیں، ان کو ”ضواحک“ کہتے ہیں، پھر ان ضواحک کے پہلو میں بارہ دانت اور ہیں، یعنی تین اوپر داہنی طرف اور تین اوپر بائیں طرف اور تین نیچے داہنی طرف اور تین نیچے بائیں طرف، ان کو ”طواحن“ کہتے ہیں، پھر ان طواحن کے بغل میں بالکل اخیر میں ہر جانب ایک ایک دانت اور ہوتا ہے، جن کو ”نواجذ“ کہتے ہیں، ان سب ضواحک، طواحن اور نواجذ کو ”أضراس“ کہتے ہیں جن کو اردو میں ”ڈاڑھ“ کہتے ہیں۔ یاد کی آسانی کے لیے کسی نے ان سب ناموں کو نظم کر دیا ہے، وہ نظم یہ ہے:

۱۔ ان کا مجموعہ ”جیش“ ہے۔ (زینت الفرقان) ۲۔ لَحْزَرُ وَجْهًا مِنْ شَجَرِ النَّفِيمِ بِسُكُونِ الْجِيمِ وَهُوَ مُنْفَتِحٌ مَا بَيْنَ اللَّحْيَيْنِ. (حقیقۃ التمجید) ۳۔ یعنی اوپر کی جانب ایک دانت داہنی جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے، اسی طرح نیچے کے جانب دو دانت ہیں۔ (زینت الفرقان) ۴۔ انیاب و ضواحک میں بھی وہی تفصیل ہے جو حاشیہ نمبر ۳ میں گزری ہے۔ ۵۔ پس کل نواجذ چار ہوئے۔ (زینت الفرقان)



ا	ح	زبان کا آگلا حصہ	ت	زہرہ
پ	ح	زبان کا پچھلا حصہ	س	خت تالو
ج	ح	زبان کی جڑ	ن	زبان کی ٹوک
و		آواز کے ذریعہ (تار)	خ	خوراک کی تالی

ہے تعداد دانتوں کی کل تیس اور دو ثنایا ہیں چار اور رباعی ہیں دو دو
ہیں انیاب چار اور باقی رہے ہیں کہ کہتے ہیں قزواء اضراس انہیں کو
ضواحک ہیں چار اور طواحن ہیں بارہ نواجد بھی ہیں ان کے بازو میں دو دو

مخرج ۸: ض کا ہے، اور وہ حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ، داہنی یا بائیں سے نکلتا ہے، جب کہ اضراس علیا یعنی اوپر کی ڈاڑھ کی جڑ سے لگادیں، اور بائیں طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے، مگر بہت مشکل ہے۔ اس حرف کو ”حافیہ“ کہتے ہیں۔ اس حرف میں اکثر لوگ بہت غلطی کرتے ہیں، اس لیے کسی مشاق قاری سے اس کی مشق کرنا ضروری ہے۔ اس حرف کو د پُر یا باریک یاد کے مشابہ جیسا کہ آج کل اکثر لوگوں کے پڑھنے کی عادت ہے، ایسا ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے، یہ بالکل غلط ہے۔ اسی طرح خالی ظ پڑھنا بھی غلط ہے۔ البتہ اگر ض کو اُس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اسکی آواز سننے میں ظ کی آواز کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے، د کے مشابہ بالکل نہیں ہوتی، علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے۔^۱

۱۔ علم تجوید و قرأت کی کتابوں میں تصریح مذکور ہے کہ ظاء معجمہ کی طرح ضاد معجمہ حروف رخوہ میں سے ہے، جن کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ بند نہیں ہوتا بلکہ آواز برابر جاری رہتی ہے، اور دال مہملہ حروف شدیدہ میں داخل ہے، جن کے ادا کرنے میں آواز بند ہو جاتی ہے۔ پس اگر ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھا جائیگا تو ضاد رخوہ نہ رہیگا بلکہ دال کی طرح شدیدہ ہو کر آواز کا سلسلہ بند جائیگا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے، کیونکہ ضاد شدیدہ ہرگز نہیں بلکہ ظاء کی طرح رخوہ ہے۔ پس جس طرح کہ ظاء کے ادا کرنے میں آواز کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اسی طرح ضاد کے ادا کرنے میں بھی آواز برابر جاری رہنا چاہیے، نیز صفت رخوت کے علاوہ ضاد معجمہ دیگر صفات میں ظاء کے ساتھ شریک ہے، صرف ایک صفت استطالت میں ظاء سے ممتاز ہے۔ اگر ضاد میں استطالت نہ ہوتی تو ضاد اور ظاء میں کوئی فرق نہ ہوتا، اور دال سے تمام صفات میں ممتاز ہے۔ بجز ایک صفت جہر کے۔ پس عقلاً یہ بات ظاہر ہے کہ جن دوحروفوں میں وجوہ اشتراک زیادہ ہوں وہ متشابہ فی الصوت ہوں گے یا جن میں وجوہ امتیاز زیادہ ہوں وہ باہم متشابہ ہوں گے، اور نقلاً یہ کہ =

مخرج ۹: ل کا ہے، کہ زبان کا کنارہ مع کچھ حصہ حافہ جب ثنایا اور رباعی اور انیاب اور ضاحک کے مسوڑھوں سے کسی قدر مائل تالو کی طرف ہو کر ٹکڑ کھائے، خواہ داہنی طرف سے یا بائیں طرف سے، داہنی طرف سے آسان ہے اور دونوں طرف سے ایک دفعہ میں نکالنا بھی صحیح ہے۔

مخرج ۱۰: ن کا ہے، اور وہ بھی زبان کا کنارہ ہے، مگر ل کے مخرج سے کم ہو کر، یعنی ضاحک کو اس میں دخل نہیں۔

مخرج ۱۱: ر کا ہے، اور وہ ن کے مخرج کے قریب ہے، مگر اس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے۔ ان تینوں حروفوں کو یعنی ل، ن اور ر کو ”طرفیہ“ اور ”ذلقیہ“ بھی کہتے ہیں۔

مخرج ۱۲: ط، د اور ت کا ہے، یعنی یہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ۔ ان تینوں حروفوں کو ”طعیہ“ بھی کہتے ہیں۔

مخرج ۱۳: ظ، ذ اور ث کا ہے، اور وہ زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا سرا ہے۔ ان تینوں حروفوں کو ”لثویہ“ بھی کہتے ہیں۔

= تجوید قرأت وفقہ و تفسیر وغیرہ کی اکثر معتبر کتابوں سے ضاد کا مشابہ ظاء ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ سب روایات کو نقل کرنے سے خوفِ تطویل مانع ہے۔ اور جو لوگ ضاد کو دال یا مشابہ دال پڑھتے ہیں اُنکے پاس کسی معتبر کتاب کی ایک روایت بھی ایسی نہیں معلوم ہوتی جس سے صراحتاً یا کنایتاً ثابت ہو سکے کہ حرف ضاد کا تلفظ بین دال یا اس کے مشابہ ہے اور باقی جو لچر دلیلیں بیان کیا کرتے ہیں، مثلاً کسی بڑے عالم کا پڑھنا یا فقہاء کا ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے سے منع کرنا یا عمومِ بلوئی اور اسی طرح کے دوسرے تمام شہادت کا جواب مع دلائل اثبات تشابہ بین الضاد والطاء رسالہ ”الاقتصاد فی الضاد“ مصنفہ مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری سلمہ، تلمیذ رشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب دہلوی میں مفصل مذکور ہے، جس کو مطلوب ہو اس میں دیکھ لے، یہاں پر اس کے نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ (محمد یامین)

لِ لِحُرُوجِهَا مِنْ ذَلْقِ اللِّسَانِ (بفتحین طرف زبان) - ای طرفہ. حقیقۃ التجوید

لِ لِحُرُوجِهَا مِنْ نَطْعِ الْفَارِ مِنَ الْحَنَكِ الْأَعْلَى أَيْ سَقْفِهِ. (حقیقۃ التجوید و درۃ الفرید)

س۲ بالکسرو فتح ثانی و واو مسکورہ و یائے مشدودہ مفتوحہ۔ (زینت الفرقان)

مخرج ۱۴: ص، ز اور س کا ہے۔ یہ زبان کا سرا اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع کچھ اتصال ثنایا علیا کے ہے۔ ان کو ”حروف صغیر“ کہتے ہیں۔

مخرج ۱۵: ف کا ہے، اور یہ نیچے کے ہونٹ کا شکم اور ثنایا علیا کا کنارہ ہے۔

مخرج ۱۶: دونوں ہونٹ ہیں اور ان سے یہ حروف ادا ہوتے ہیں: ب، م اور و جب کہ مدہ نہ ہوں، یعنی واؤ متحرک اور واؤ لین۔ اور مدہ اور لین کے معنی مخرج (۱) کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ مگر ان تینوں میں اتنا فرق ہے کہ ب ہونٹوں کی تری سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو ”بحری“ کہتے ہیں اور م ہونٹوں کی خشکی سے نکلتی ہے، اس لیے اس کو ”بڑی“ کہتے ہیں اور و دونوں ہونٹوں کے ناتمام ملنے سے نکلتا ہے۔ ف کو اور ان تینوں حروفوں کو ”شفوئیۃ“ کہتے ہیں۔

مخرج ۱۷: خیشوم یعنی ناک کا بانہ ہے، اس سے غنۃ نکلتا ہے، غنۃ کا بیان آگے لمحہ (۹)، لمحہ (۱۰) میں ن اور م کے قاعدوں میں ان شاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔

اور جاننا چاہیے کہ ہر حرف کے مخرج معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُس حرف سے ساکن کر کے اُس سے پہلے ہمزہ متحرک لے آئے، جس جگہ آواز ختم ہو وہی اُس کا مخرج ہے۔

۱۔ صغیر مرغ یعنی چڑیا کی آواز کو کہتے ہیں، چونکہ ان حروف کی آواز مشابہ اس آواز کے ہوتی ہے، اس لیے ان کو حروف صغیر کہتے ہیں، کمافی نوادر الوصول۔ (زینت الفرقان)

۲۔ بفتحین و کسر سوم و یاء مشدہ مفتوحہ، وَقَالَ فِي الصَّرَاحِ: وَالْحُرُوفُ الشَّفْهِیَّةُ: الْبَاءُ وَالْفَاءُ وَالْمِيمُ، وَلَا تَبْقَلُ شَفْوِیَّةٌ، وَفِي الرُّضِیِّ شَرْحِ الشَّافِیِّهِ: شَفْوِیَّةٌ أَوْ شَفْهِیَّةٌ، وَذُكِرَ فِي الْقَامُوسِ الشَّفْهِیَّةُ فَقَطْ، وَهُوَ الصَّحِیحُ عِنْدِي؛ فَإِنَّ لَامَ الشَّفَّةِ هَاءٌ كَمَا فِي الصَّرَاحِ وَالْقَامُوسِ. (زینت الفرقان)

۳۔ اس میں یہ شرط ہے کہ یہ حرف صحیح طور سے ادا کیا جائے سوا اس طریق سے مخرج معلوم ہوگا، کما فی شرح الجزریة۔ (زینت الفرقان)

پانچواں لمعہ صفاتِ حروف

جن کیفیتوں سے حروف ادا ہوتے ہیں اُن کیفیتوں کو ”صفات“ کہتے ہیں اور وہ دو طرح کی ہیں: ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے، ایسی صفت کو ”ذاتیہ“ اور ”لازمہ“ اور ”میزہ“ اور ”مقومہ“ کہتے ہیں۔ اور ایک وہ کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت نہ رہے، ایسی صفت کو ”محسنہ، مزینہ، محلیہ، عارضیہ“ کہتے ہیں۔ پہلی قسم کی صفات سترہ ہیں:

(۱) **ہَمْسٌ**: (نرم اور ہلکی آواز) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مہوسہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس جاری رہ سکے اور آواز میں ایک قسم کی پستی ہو، اور ایسے حروف دس ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: **فَحِنَّةٌ كَشْخُصٌ سَكَّتْ**.

(۲) **جَهْرٌ**: (زور سے کہنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مجہورہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت آواز مخرج میں ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ سانس کا جاری رہنا بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی بلندی ہو، اور مہوسہ کے سوا باقی سب حروف مجہورہ ہیں۔ جہر و ہمس دونوں صفتیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۳) **شَدَّتْ**: (سخت ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”شدیدہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں

۱ یعنی وہ صفت لازمہ جو مشترکہ الصوت یا متحدی المخرج حروف میں امتیاز دینے والی ہو اور جن صفات لازمہ سے امتیاز نہ ہو ان کو صفت لازمہ غیر متمیزہ کہتے ہیں۔ (ابن ضیاء) ۲ وَجْهٌ التَّسْمِيَةِ بِهِ أَنَّ هَذِهِ الصِّفَاتِ فِي الخُرُوفِ تَكُونُ لِخُصُوصِ الْمَحَلِّ دُونَ مَحَلِّ الْآخَرِ. ۳ بِالْفَتْحِ نَزَمَ كَرُونَ آوَاذَ وَآوَاذَ نَزَمَ۔ (زینت القرآن) ۴ ترجمہ اش این است: پس ترغیب واد او را شھیکہ ساکت شد۔

ایسی قوت کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز بند ہو جائے اور آواز میں ایک قسم کی سختی ہو، اور ایسے حرف آٹھ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: **أَجْدَلُ قَطَبٌ**.

(۴) رِخْوَتٌ: (نرم ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”رخوہ“ کہتے

ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرتے وقت آواز ان کے مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرے کہ آواز جاری رہے اور آواز میں ایک قسم کی نرمی ہو۔ شدیدہ اور متوسطہ کے سوا باقی سب حروف رخوہ ہیں اور متوسطہ کا بیان ابھی آتا ہے۔ ہمس اور جہر کی طرح شدت اور رخوت بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں، اور ان دونوں صفتوں کے درمیان ایک صفت اور ہے۔

توسط: (درمیان میں ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”متوسطہ“ اور

”بیئیہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ آواز اس میں نہ تو پوری طرح بند ہو اور نہ پوری جاری ہو۔ (حقیقۃ التجوید) ایسے حرف پانچ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: **لِنْ عُمُو**۔ اور اس توسط کو الگ صفت نہیں گنا جاتا، کیونکہ اس میں کچھ شدت کچھ رخوت ہے، پس یہ ان دونوں سے الگ نہ ہوئی۔ اس مقام پر ایک شبہ ہے، وہ یہ کہ حرف تاء اور کاف کو مہوسہ میں سے بھی شمار کیا ہے، حالانکہ ان میں آواز بند ہو جاتی ہے اور اسی واسطے ان کو شدیدہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں حرف میں ہمس ضعیف ہے اور شدت قوی ہے، سو شدت کے قوی ہونے سے تو آواز بند ہو جاتی ہے لیکن کسی قدر ہمس ہونے سے بعد بند ہونے کے کچھ تھوڑا سا سانس بھی

۱۔ ترجمہ اش این است: می یابم ترا کہ ترش روئی کردی۔ ۲۔ من ضرب (زینت الفرقان)

۳۔ بالکسر سشدن کمائی ص ۱۲۔ (زینت الفرقان) ۴۔ سَهْلَةٌ مُسْتَرْسَلَةٌ كَمَا فِي ص ۱۲۔ (زینت الفرقان)

۵۔ ترجمہ اش این است: نرم شوائے عمر ۶۔ فِي جُهْدِ الْمُقِيلِ: وَأَمَّا الشَّدِيدُ الْمَهْمُوسُ حَرْفَانِ: الْكَافُ وَالشَّاءُ فَيَشْدُو صَوْتُهُمَا بِالْكَافِيَةِ بَلْ نَفْسَهَا أَيْضًا؛ لِأَنَّ حَقِيقَةَ الصَّوْتِ هِيَ النَّفْسُ ثُمَّ يَنْفَتِحُ مَخْرَجُهُمَا وَيَجْرِي فِيهِمَا نَفْسٌ كَثِيرٌ مَعَ صَوْتٍ ضَعِيفٍ لِيَحْضَلَ الْهَمْسُ، وَفِيهِ الشَّدَّةُ فِي آوِ وَالْهَمْسُ فِي زَمَانٍ آخَرَ، وَزَادَ فِي حَقِيقَةِ التَّجْوِيدِ: فَالْهَمْسُ فِي زَمَانٍ بَعْدَ آوِ وَفِيهِمَا، وَهَذَا بَابٌ يَنْتَحِرُ فِيهِ الْأَبَابُ.

جاری ہوتا ہے، مگر اس سانس کے جاری ہونے میں یہ احتیاط رکھنی چاہیے کہ آواز جاری نہ ہو، کیونکہ اگر آواز جاری کی جائے گی تو کساف و نساء شدیدہ نہ رہیں گے، بلکہ رخوہ ہو جائیں گے، اور دوسرے اس میں ہاء کی آواز پیدا ہو کر غلط ہو جائے گا۔

(۵) استعلاء: (بلند ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مستعلیہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت ہمیشہ جڑ زبان کی اوپر کے تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے، جس کی وجہ سے یہ حروف موٹے ہو جاتے ہیں اور ایسے حروف سات ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: حُصَّ ضَغَطٌ قِطٌ۔

(۶) استِفْعالٌ: (نیچے رہنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائیں ان کو ”مستقلہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کی جڑ اوپر کے تالو کی طرف نہیں اٹھتی، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک رہتے ہیں۔ مستعلیہ کے سوا باقی سب حروف مستقلہ ہیں، اور یہ دونوں صفتیں استعلاء اور استِفْعالٌ بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

۱۔ بعض لوگ کساف و نساء میں سانس کے جاری کرنے میں اس قدربالغہ و غلو کرتے ہیں کہ صفتِ شدت زائل ہو کر ”ہائے ہوز“ کی آواز پیدا ہو جاتی ہے اور کساف و نساء مخلوط بالہاء ہو جاتے ہیں۔ اَبْتَرٌ كُو اَبْتَهْرٌ اور ثَقُلْتُ كُو ثَقُلْتُهُ اور كَمَّانَا كُو كَمَّهَانَا اور ذِكْرُكَ كُو ذِكْمَهُ كَمَّهُ پڑھتے ہیں اور یہ سراسر غلط اور بے اصل اور تمام کتب تجوید و قرأت اور اداءِ محققین قراء کے خلاف ہے، بلکہ ”کتاب النثر“ علامہ جزری رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اور ”الْمَنْحُ الْفِكْرِيَّةُ“ ملا علی قاری رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اور ”تحفہ نذریہ“ قاری عبدالرحمن پانی پتی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے اس کی تردید و تغلیط ثابت ہوتی ہے، چنانچہ اس کی مفصل تحقیق مع جوابِ شبہات و توجیہ و مطلب عبارت ”جهد المقل رساله ضياء الشمس في أداء الهمس“ مؤلفہ احقر میں مع تصدیق مولانا تھانوی مدْفُوْهُمُ و دیگر اساتذہ فُنْ مذکور ہے۔ فانظر فيها ان شئت۔ (محمد یامین)

۲۔ بالفتح تنگ کردن کمافی م۔ فهو مصدر بمعنى اسم مفعول۔ (زینت الفرقان)

۳۔ نَقِيضٌ اِغْتِيَاءٌ كَمَا فِي تَاجِ الْمَصَادِرِ و اِغْتِيَاءٌ: بلند شدن و جَاءَ مُتَعَدِّياً اَيْضًا كَمَا فِي الصَّرَاحِ وَ فِي شَرْحِ الْحِزْرِيَّةِ: الاِنْخِفَاضُ. (زینت الفرقان)

(۷) اطباق: (ملنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مطبقة“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے ملصق ہو جاتا ہے، یعنی لپٹ جاتا ہے اور ایسے حروف چار ہیں: ص، ض، ط، ظ۔

(۸) انفتاح: (کھلنا) جن حروف میں یہ صفت ہو ان کو ”منفتح“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان حروف کے ادا کرنے کے وقت زبان کا بیچ اوپر کے تالو سے جدا رہتا ہے، خواہ زبان کی جڑ تالو سے لگ جائے، جیسے قاف میں لگ جاتی ہے، خواہ نہ لگے (جهد المقل مع الشرح) اور مطبقة کے سوا سب حروف منفتح ہیں۔ اور یہ دونوں صفتیں اطباق و انفتاح بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

(۹) اذلاق: (پھسلنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مذلق“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف زبان اور ہونٹ کے کنارہ سے بہت سہولت کے ساتھ جلدی سے ادا ہوتے ہیں اور ایسے حروف چھ ہیں، جن کا مجموعہ یہ ہے: فَرَّ مِنْ لُبِّ - یعنی اُن میں جو حروف شفوئیہ ہیں وہ ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔ شفوئیہ کا مطلب مخرج (۱۶) میں گزرا ہے، اور جو شفوئیہ نہیں وہ زبان کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں۔ (درۃ الفرید للشیخ الدعلوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰) اصمات: (خاموش کرنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے ان کو ”مصمۃ“

۱۔ بکسر باء و فتح آل کما فی نوادر الوُصول و ذُکِرَ فی الصّراح الثّانی فقط۔ و ملصق بفتح صاد و بکسر آل لازم و متعدی آمدہ کما فی اللّغة۔ (زینت الفرقان) ۲۔ و الذّلق فی اللّغة: الطّرف۔

۳۔ مُذَلِّقَةٌ اِسْمُ الْمَفْعُولِ۔ (زینت الفرقان) ۴۔ ذِلاقت لغت میں عبارت ہے فصاحت اور خفت کلام سے اور چونکہ یہ حروف سبکی اور سرعت سے ادا ہوتے ہیں اس لیے اس کو مذلق کہا جاتا ہے کما فی الصّراح وغیرہ۔ (زینت الفرقان) ۵۔ ترجمان سن: گریخت از عقل۔ ۶۔ فِی حَقِیْقَةِ التَّجْوِیْدِ: الْاِصْمَاتُ لَعْنَةٌ: الْمَنْعُ مُطْلَقًا

و اِصْطِلَاحًا: اِمْتِنَاعُ الْكَلِمَةِ الرَّبَاعِيَّةِ وَالْخُمَاسِيَّةِ مِنْ غَيْرِ حَرْفٍ مِنَ الْمَذَلِّقَةِ، فَالْعَسْجُدُ عَجْمِيٌّ اِسْمٌ لِلذَّهَبِ وَ لَيْسَ بِعَرَبِيٍّ۔ ۷۔ يَفْتَحُ مِنْهُ ثَابِنٌ كَذَا فِي نَوَادِرِ الْوُصُولِ۔ (زینت الفرقان)

کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ یہ حروف اپنے مخرج سے مضبوطی اور جماد کے ساتھ ادا ہوتے ہیں، آسانی اور جلدی سے ادا نہیں ہوتے۔ اور مذلقہ کے سوا سب حروف مصمۃ ہیں۔ یہ دونوں صفتیں اذلاق و اصمات بھی ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔

ان دس صفت کو ”صفات متضادہ“ کہتے ہیں کیونکہ یہ ایک دوسرے کی ضد یعنی مقابل ہیں، جیسا کہ اوپر بتلاتا گیا ہوں۔ آگے جو صفات آتی ہیں وہ ”صفات غیر متضادہ“ کہلاتی ہیں۔ اور جاننا چاہیے کہ صفات متضادہ سے تو کوئی حرف بچا ہوا نہیں رہتا، بلکہ جتنے حروف ہیں ہر حرف پر مقابل والے صفتوں میں سے کوئی نہ کوئی صفت صادق آئے گی۔ اور صفات غیر متضادہ بعض حروف میں ہوں گی بعض میں نہ ہوں گی اور وہ صفات غیر متضادہ یہ ہیں۔

(۱۱) صَفِير: (سیٹی) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”صَفِيرِيہ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ اُن کے ادا کے وقت ایک آواز تیز مثل سیٹی کے نکلتی ہے اور ایسے حروف تین ہیں: ص، ز، س۔

(۱۲) قَلْقَلَةٌ: (حرکت دینا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”حروفِ قَلْقَلَةٌ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ حالت سکون میں ادا کے وقت مخرج کو حرکت ہو جاتی ہے۔ ایسے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ قُطْبٌ جَدِّدٌ ہے۔

(۱۳) لِيْنٌ: (نرم ہونا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”حروفِ لِيْنٌ“ کہتے ہیں۔ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کو مخرج سے ایسی نرمی کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے کہ اگر

۱۔ مصمۃ لغت میں بے جوف چیز کو کہتے ہیں، پس لامحالہ وہ ثقیل ہوگی اور یہ حروف بہ نسبت ذلقیہ کے ثقیل ہیں، کمافی نواذر الوصول اور باعتبار مضادت مذلقہ یہ قول مناسب ہے۔ (زینت الفرقان) ۱۔ در لغت عبارت است

از جنبش و حرکت کذا فی نواذر الوصول۔ (زینت الفرقان) ۲۔ مجموعہ ان کا اس شعر میں ہے۔

باء و جیم و طاء و دال و قاف کو جب ہوں ساکن قلقلہ کر کے پڑھو

۳۔ یعنی مدار بزرگی۔ ۴۔ بالکسر نرمی ضد خشونت کمافی م۔ (زینت الفرقان)

کوئی ان پر مد کرنا چاہے تو کر سکے۔ اور ایسے حروف دو ہیں: واو ساکن، اور یائے ساکن جب کہ ان سے پہلے والے حرف پر فتح یعنی زبر ہو، جیسے: حَوْفٌ، صَيْفٌ۔

(۱۴) انحراف: (ہٹنا) جن حروف میں یہ صفت پائی جائے اُن کو ”منحرفہ“ کہتے ہیں۔ اور وہ دو حرف ہیں: ”ل“ اور ”ر“ مطلب اس صفت کا یہ ہے کہ ان کے ادا کے وقت ”ل“ میں تو زبان کے کنارے کی طرف اور ”ر“ میں کچھ زبان کی پشت کی طرف اور کچھ ”ل“ کے موقع کی طرف میلان پایا جائے۔ (درۃ الفرید)

(۱۵) تکریر: (دہرا کرنا) یہ صفت صرف ”ر“ میں پائی جاتی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ چونکہ اس کے ادا کرنے کے وقت زبان میں ایک رَ عَشہ یعنی لرزہ ہوتا ہے اس لیے اس وقت آواز میں تکرار کی مشابہت ہو جاتی ہے۔ اور یہ مطلب نہیں کہ اس میں تکرار ظاہر کیا جائے، بلکہ اُس سے بچنا چاہیے، اگرچہ اس پر تشدید بھی ہو، کیونکہ وہ پھر بھی ایک ہی حرف ہے، کئی حرف تو نہیں ہیں۔ (درۃ الفرید ملخصاً)

(۱۶) تَفْشِيٌّ: (پھیلنا) یہ صفت صرف ش کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں آواز منہ کے اندر پھیل جاتی ہے۔ (درۃ الفرید)

(۱۷) استطالت: (دراز کرنا) یہ صفت ض کی ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کے ادا میں شروع مخرج سے آخر تک یعنی حاقہ زبان کے شروع سے حاقہ زبان کے آخر تک آواز کو امتداد دیتا ہے۔ یعنی اس کا مخرج جتنا طویل ہے پورے مخرج میں آواز جاری رہنے سے آواز بھی طویل ہو جاتی ہے۔ (جهد المقل)

فائدہ ۱: اگر کسی کوشبہ ہو کہ یہ سات صفات جو اخیر کی ہیں، جن حروف میں یہ صفات نہ ہوں اُن میں ان کی ضد ضرور ہوگی، مثلاً ض میں استطالت ہے تو باقی سب حروف میں

عدمِ استتظالت ہوگی، تو یہ دونوں ضد مل کر بھی سب کو شامل ہو گئیں، پھر صفاتِ متضادہ و غیر متضادہ میں کیا فرق رہا؟ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ تو صحیح ہے، مگر صفاتِ متضادہ میں ہر صفت کی ضد کا کچھ نہ کچھ نام بھی تھا۔ اور ان دونوں ناموں میں سے ہر حرف پر کوئی نہ کوئی نام صادق آتا تھا، اور چونکہ یہاں ضد کا نام نہیں، اس لیے اس ضد کے صادق آنے کا اعتبار نہیں کیا گیا، دونوں صفات میں یہ فرق ہوا۔

فائدہ ۲: محض مخارج و صفاتِ حروف کو دیکھ کر اپنے ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے، اس میں ماہرِ متشاقِ استاذ کی ضرورت ہے، البتہ جب تک ایسا استاذ میسر نہ ہو بالکل کورا ہونے سے کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے۔

فائدہ ۳: اس لمحہ کے شروع میں صفتِ لازمہ ذاتیہ کی تعریف میں لکھا گیا ہے کہ اگر وہ صفت ادا نہ ہو تو وہ حرف ہی نہ رہے۔ یہ حرف نہ رہنا کئی طرح ہے: ایک یہ کہ دوسرا حرف ہو جائے، ایک یہ کہ رہے تو وہی مگر اس میں کچھ کمی اور نقصان آجائے، ایک یہ کہ وہ کوئی عربی حرف نہ رہے، کوئی حرفِ مخترع ہو جائے۔ اور یہی حال ہے صحیح مخارج سے نہ نکالنے کا، کہ کبھی دوسرا حرف ہو جاتا ہے، کبھی اس حرف میں کچھ کمی ہو جاتی ہے، کبھی بالکل ہی حرفِ مخترع بن جاتا ہے۔ چونکہ ایسی غلطی سے بعض دفعہ نماز جاتی رہتی ہے، اس لیے اگر ایسی غلطی ہو جائے تو خاص اس موقع سے اطلاع دے کر کسی معتبر عالم سے مسئلہ پوچھ لینا ضروری ہے، اسی طرح زبر زریا گھٹاؤ بڑھاؤ کی غلطیوں کا یہی حکم ہے، جس کی مثالیں لمحہ ۲ میں مذکور ہیں، ان کو بھی کسی عالم سے پوچھ لیا کریں۔

فائدہ ۴: حروف کے مخارج اور صفاتِ لازمہ میں کوتاہی ہونے سے جو غلطیاں ہوتی ہیں، فنِ تجوید کا اصلی مقصد ان ہی غلطیوں سے بچنا ہے، اسی واسطے مخارج اور صفات کا بیان سب قاعدوں سے مقدم کیا گیا ہے، اب آگے جو صفاتِ محسنہ کے متعلق قاعدے آئینگے

وہ اس مقصود مذکور سے دوسرے درجہ پر ہیں، لیکن اب عام طور سے ان دوسرے درجہ کے قاعدوں کی رعایت اس اصلی مقصود سے زیادہ کی جاتی ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان قاعدوں سے نغمہ خوشنما ہو جاتا ہے، اور لوگ نغمہ ہی کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اور مخارج و صفاتِ لازمہ کو نغمہ میں کوئی دخل نہیں، اس لیے اس کی طرف توجہ کم کرتے ہیں۔

فائدہ ۵: جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر، اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے، محقق عالموں نے عام مسلمانوں کے گناہ گار ہونے کا، اور ان کی نمازوں کے درست نہ ہونے کا حکم نہیں کیا، اس میں اعتدال کا درجہ قائم کرنا ان علماء کا کام ہے جو قرأت کو ضروری قرار دینے کے ساتھ فقہ اور حدیث پر نظر رکھتے ہیں، اس مسئلہ کی تحقیق دوسرے لمعہ میں دیکھ لو۔

چھٹا لمعہ

صفاتِ محسنہِ محلّیہ کے بیان میں

جاننا چاہیے کہ یہ صفات سب حرفوں میں نہیں ہوتیں۔ صرف آٹھ حرف ہیں جن میں مختلف حالتوں میں مختلف صفات کی رعایت ہوتی ہے۔ وہ حروف^۱ یہ ہیں: (۱) ل (۲) ر (۳) م ساکن و مشدّد۔ (۴) ن ساکن و مشدّد۔ اور نون ساکن میں تنوین بھی داخل ہے، کیونکہ وہ اگرچہ لکھنے میں نون نہیں ہے، مگر پڑھنے میں نون ہے۔ جیسے: بّ پر اگر دو زبر پڑھو تو ایسا ہوگا۔ جیسے: بَن پڑھو۔ (۵) ا جس سے پہلے ہمیشہ زبر ہی ہوتا ہے۔ (۶) و ساکن جب کہ اس سے پہلے پیش یا زبر ہو۔ (۷) ی ساکن جب کہ اس سے پہلے زیر یا زبر ہو۔ دیکھو لمعہ (۴)

۱ گناہ گار نہ ہونا اور نماز کا درست ہونا اس صورت میں ہے جب کہ لحن چلی نہ ہو، جیسا کہ دوسرے لمعہ کے مضمون سے مستفاد ہے۔ (زینت) ۲ ان آٹھوں حرفوں کا مجموعہ اَوْتِرْمَلَانْ ہے۔ (زینت)

مخرج (۱)۔ (۸) ء اور همزه کی حقیقت مخرج اول میں بیان کی گئی ہے، پھر دیکھ لو۔ اور ان حروف میں جو ایسی صفات ہوتی ہیں ان میں بعض صفات تو خود استاذ کے پڑھانے ہی سے ادا ہو جاتی ہیں، اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً الف، واؤ، یاء اور همزه کا کہیں ثابت رہنا اور کہیں حذف ہو جانا، صرف ان صفات کو بیان کیا جاتا ہے جو پڑھانے سے سمجھ میں نہیں آتیں، خود ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ جیسے پُر پڑھنا اور باریک پڑھنا، غنہ کرنا یا نہ کرنا اور مد کرنا یا نہ کرنا۔ اب ان آٹھوں حروف کے قاعدے الگ الگ مذکور ہوتے ہیں۔

ساتواں لمعہ

لام کے قاعدوں میں

لفظ اللہ کا جو لام ہے اس سے پہلے اگر زبر والا یا پیش والا حرف ہو تو اس کو پُر کر کے پڑھیں گے، جیسے: أَرَادَ اللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ، اور اس پُر کرنے کو ”تفخیم“ کہتے ہیں۔ اور اگر اس سے پہلے زیر والا حرف ہو تو اس لام کو باریک پڑھیں گے، جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ، اور اس باریک پڑھنے کو ”ترقیق“ کہتے ہیں، اور لفظ اللہ کے سوا جتنے لام ہیں، سب باریک پڑھے جائیں گے، جیسے: مَا وَلَّهُمْ اور كَلَّمَهُ۔

تنبیہ: اَللّٰهُمَّ میں بھی یہی قاعدہ ہے جو اَللّٰهُ میں ہے کیونکہ اس کے اول میں بھی لفظ اللّٰهُ ہے۔

آٹھواں لمعہ

راء کے قاعدوں میں

قاعدہ: اگر راء پر زبر یا پیش ہو تو اس راء کو تفخیم سے یعنی پُر پڑھیں گے، جیسے: رَبُّكَ، رَبُّمَا۔ اگر راء پر زیر ہو تو اسکو ترقیق سے یعنی باریک پڑھیں گے، جیسے: رِبَّالْ.

تنبیہ: راء مشددہ بھی ایک راء ہے، پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے: سِرّاً کی راء کو پُر پڑھیں گے اور ذُرِّیّ کی راء کو باریک، اور اس کو اگلے قاعدہ (۲) میں داخل نہ کہیں گے، جیسے بعضے ناواقف اس کو دو راء سمجھتے ہیں، پہلی ساکن اور دوسری متحرک، یہ غلطی ہے۔

قاعدہ ۲: اور اگر راء ساکن ہو تو اس سے پہلے والے حرف کو دیکھو کہ اس پر کیا حرکت ہے۔ اگر زبر یا پیش ہو تو اس را کو پُر پڑھیں گے، جیسے: بَرَقٌ، یُرْزِقُونَ۔ اور اگر زیر ہے تو اس راء کو باریک پڑھیں گے، جیسے: اَنْذِرْهُمْ۔ لیکن ایسی راء کے باریک ہونے کی تین شرطیں ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو، کیونکہ اگر عارضی ہوگا تو پھر یہ راء باریک نہ ہوگی، جیسے: اِرْجِعُوا۔ دیکھو راء ساکن بھی ہے اور اس سے پہلے حرف یعنی ہمزہ پر زیر بھی ہے، مگر چونکہ یہ زیر عارضی ہے اس لیے اس راء کو پُر پڑھیں گے، لیکن بدون عربی پڑھے ہوئے اسکی پہچان نہیں ہو سکتی کہ کسرہ یعنی زیر اصلی کہاں ہے اور عارضی کہاں ہے، جہاں جہاں شبہ ہو کسی عربی پڑھے ہوئے سے پوچھ کر اس قاعدے پر عمل کرے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ یہ کسرہ اور یہ راء دونوں ایک کلمہ میں ہوں، اگر دو کلمے میں ہونگے تو بھی راء باریک نہ ہوگی، جیسے: رَبِّ اِرْجِعُونِ، اَمْ اُرْتَابُوا۔ (درۃ الفرید)

۱۔ خواہ راء کا سکون اصلی ہو یا عارضی، جیسے: دُسُرٌ پر وقف کریں تو راء کا سکون عارضی ہوگا اور راء پُر پڑھی جائے گی، کیونکہ اس کے قابل ضمہ ہے۔ (محمد یامین) ۲۔ لِدَفْعِ تَعَدُّرِ الْاَبْتِدَاءِ بِالسُّكُونِ۔ ۳۔ لِاَنَّ الْاَصْلَ فِي الرَّاءِ تَفْحِيْمٌ كَمَا اَنَّ الْاَصْلَ فِي اللّامِ التَّرْقِيْقُ۔ [وَالدَّلِيْلُ عَلَيْهِ تَأْدِيَةُ اَهْلِ اللِّسَانِ لِهَذِهِ الْحُرُوْفِ، كَذَلِكَ قَالَتْهُ الْمُؤَلَّفُ الْعَلَامُ۔ (زينت الفرقان)] ۴۔ وَبَعْضُهُمْ عَبَّرَ عَنْ هَذَا الشَّرْطِ بِاَنَّ تَكُوْنُ الْكُسْرَةُ مُتَّصِلَةً بِالرَّاءِ، وَبَعْضُهُمْ كَجُهْدِ الْمُقْبَلِ بِاَنَّ تَكُوْنُ الْكُسْرَةُ مُتَّصِلَةً بِالرَّاءِ فِي كَلِمَةٍ وَّاحِدَةٍ، وَبَعْضُهُمْ اِكْتَفَى بِكُوْنِ الْكُسْرَةِ غَيْرِ عَارِضَةٍ، وَالْكُلُّ عِبَارَاتٌ عَنِ الْمُعْنَوْنِ۔ ۵۔ وَكُسْرَةُ الْمِيْمِ عَارِضٌ اَيْضاً لِاجْتِمَاعِ السَّاكِنِيْنَ فَتَفْحَمُ هَذِهِ الرَّاءُ لِفَقْدِ الشَّرْطَيْنِ: هَذَا وَالْاَوَّلِ۔

اور اس شرط کا پچھنا نہ نسبت پہلی شرط کے آسان ہے، کیونکہ کلموں کا ایک یا دو ہونا اکثر ہر شخص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اُس راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف نہ ہو، اگر ایسا ہوگا تو پھر راء کو پُر پڑھیں گے۔ ایسے حرف سات ہیں جن کا بیان لعمہ (۵) کی صفت (۵) میں آچکا ہے، جیسے: قِرطاس، اِرصاداً، فِرْقَة، لِبالمِرْصادِ۔ ان سب میں راء کو پُر پڑھیں گے اور تمام قرآن میں اس قاعدے کے یہی چار لفظ پائے جاتے ہیں اور ویسے بھی اس کا پچھنا آسان ہے۔

تنبیہ ۱: تیسری شرط کے موافق لفظ کل فرق کی راء میں بھی تفخیم ہوگی لیکن چونکہ قاف پر بھی زیر ہے اس لیے بعض قاریوں کے نزدیک اس میں ترقیق ہے اور دونوں امر جائز ہیں۔

تنبیہ ۲: تیسری شرط میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر ایسی راء کے بعد اسی کلمہ میں حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہوگا تو اس کو پُر پڑھیں گے تو اسی کلمہ کی قید اس لیے لگائی کہ دوسرے کلمہ میں حروف مستعلیہ کے ہونے کا اعتبار نہ کریں گے، جیسے: اَنْذِرْ قَوْمَكَ، فَاصْبِرْ صَبْرًا۔ اس میں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

قاعدہ ۳: اور اگر راء ساکن سے پہلے والے حرف پر حرکت نہ ہو، وہ بھی ساکن ہو (اور ایسا حالت وقف میں ہوتا ہے، جیسا ابھی مثالوں میں دیکھو گے) تو پھر اس حرف سے پہلے والے حرف کو دیکھو، اگر اُس پر زبر یا پیش ہو تو راء کو پُر پڑھو، جیسے: لَيْلَةُ الْقَدْرِ، بِكُمْ الْعُسْرُ کہ ان میں راء بھی ساکن اور دال اور سین بھی ساکن اور قاف پر زبر اور عین پر پیش ہے، اس لیے ان دونوں کلموں کی راء کو پُر پڑھیں گے، اور اگر اس پر زیر ہے تو راء کو باریک پڑھو، جیسے: ذِي الذِّكْرِ۔ کہ راء بھی ساکن اور کاف بھی

لے اور اس وجہ سے راء دوسروں کے درمیان ہو کر ضعیف ہوگی، پس ترقیق جائز رکھی گئی۔ کَمَا فِي شَرْحِ الْحِزْبِیَّةِ۔

لے جب کہ وقف بالانسکان یا بالاشمام ہو۔ (محمد امین)

ساکن اور ذال پر زیر ہے، اس لیے اس راء کو باریک پڑھیں گے۔

تنبیہ ۱: لیکن اس راء ساکن سے پہلے جو حرف ساکن ہے، اگر یہ حرف ساکن یاء ہو تو پھر یاء سے پہلے والے حرف کو مت دیکھو، بس راء کو ہر حال میں باریک پڑھو، خواہ یاء سے پہلے کچھ ہی حرکت ہو، جیسے: خَیْرٌ، قَدِیْرٌ کہ ان دونوں راء کو باریک ہی پڑھیں گے۔

تنبیہ ۲: اس قاعدہ (۲) کے موافق لفظ مِصْرٌ اور عَیْنُ الْقَطْرِ پر جب وقف کیا جائے تو راء کو باریک ہونا چاہیے، مگر قاریوں نے ان دونوں لفظوں کی راء کو باریک اور پُر دونوں طرح پڑھا ہے اور اسی لیے دونوں طرح پڑھنا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ خود راء پر جو حرکت ہو اس کا اعتبار کیا جائے، پس مِصْرٌ میں تفخیم اولیٰ ہے کہ راء پر زبر ہے اور الْقَطْرِ میں ترقیق اولیٰ ہے کہ راء پر زیر ہے۔

تنبیہ ۳: اس قاعدہ (۳) کی بنا پر سورۃ الفجر میں إِذَا یَسْرُ پر جب وقف ہو اس کی راء مفخم ہونا چاہیے، لیکن بعضے قاریوں نے اس کے باریک پڑھنے کو اولیٰ لکھا ہے، مگر یہ روایت ضعیف ہے، اس لیے اس راء کو قاعدہ مذکورہ کے موافق پُر ہی پڑھنا چاہیے۔

قاعدہ ۴: راء کے بعد ایک جگہ قرآن مجید میں امالہ ہے، تو راء کی اس حرکت کو زیر سمجھ کر راء کو باریک پڑھیں اور وہ جگہ یہ ہے: بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرُبَهَا، اس راء کو ایسا پڑھیں گے، جیسا لفظ قطرے کی راء کو پڑھتے ہیں، امالہ اسی کو کہتے ہیں جسکو فارسی والے یائے مجہول

۱۔ بطریق جزری راء (ابن ضیاء) ۲۔ لِأَنَّ أَصْلَهُ یَسْرٌ فَرَقُّوْا الرِّاءَ؛ لِيَذُلَّ عَلَى الْيَاءِ الْمَحْذُوفَةِ۔
 ۳۔ کیونکہ قراء محققین مثل علامہ جزری وشاطبی اور شرح مقدمۃ الجزریۃ والشاطبیہ وجہد المقل وغیرہ سے اس کی ترقیق ثابت نہیں ہے، بلکہ غیث النقع میں اس کے پُر ہی پڑھے جانے کی تصریح ہے۔ حیث قال: وَمَنْ وَقَفَ بِغَيْرِ يَاءٍ فَحَمَّ الرِّاءَ الخ اور یہی قاعدہ علامہ شاطبی راء وغیرہ کے موافق ہے۔ (محمد یامین) ۴۔ هُوَ فِي الْأَصْلِ مَجْرَاهَا بِالْأَلْفِ فَأُمِلَتْ. ۵۔ دراصل یائے مجہول ہوتی نہیں اس لیے کہ یائے مجہول ہونے کے لیے کلمے میں یائے مدہ ہونا شرط ہے، اور کلمہ مجربہا میں الف ہے اس کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے۔ (ابن ضیاء)

کہتے ہیں۔ پس مَجْرِبَهَا کی راء کو باریک پڑھیں گے۔^۱

قاعدہ ۵: جو راء وقف کے سبب ساکن ہو تو ظاہر بات ہے کہ اس میں قاعدہ (۲)، (۳) کے موافق اس سے پہلے والے حرف کو اور کبھی اس سے پہلے والے حرف کو دیکھ کر اس راء کو باریک یا پُر پڑھنا چاہیے، تو اس میں اتنی بات اور سمجھو کہ یہ پہلے والے حرفوں کو دیکھنا اس وقت ہے جب کہ وقف میں اس راء کو بالکل ساکن پڑھا جائے، جیسا کہ اکثر وقف کرنے کا عام طریقہ یہی ہے۔ لیکن وقف کا ایک اور طریقہ بھی ہے، جس میں وہ حرف جس پر وقف کیا ہے، بالکل ساکن نہیں کیا جاتا، بلکہ اس پر جو حرکت ہو اس کو بھی بہت خفیف سا ادا کیا جاتا ہے اور اسکو ”رَوَم“ کہتے ہیں، یہ صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، اس کا مفصل بیان لمعہ (۱۳) میں اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالَى آئے گا۔ سو یہاں یہ بتلانا مقصود ہے کہ ایسی راء پر رَوَم کیساتھ وقف کیا جائے تو پھر پہلے والے حرف کو نہ دیکھیں گے، بلکہ خود اس راء پر جو حرکت ہوگی اس کے موافق پُر یا باریک پڑھیں گے، جیسے: وَالْفَجْرِ پُر اگر اس طرح سے وقف کریں تو راء کو باریک پڑھیں۔ اور مُنْتَصِرٌ پُر اگر اس طرح وقف کریں تو راء کو پُر پڑھیں۔^۲

نواں لمعہ

میم ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

قاعدہ ۱: میم اگر مشدد ہو تو اس میں غنّہ ضروری ہے، ”غنّہ“ کہتے ہیں ناک میں آواز لے جانے کو، جیسے: كُنَّا، اور اس حالت میں اس کو حرف غنّہ کہتے ہیں۔

لَا وَلَا يُنْظَرُ إِلَى أَنَّهُ فِي الْأَصْلِ أَلِفٌ وَالرَّاءُ مَفْتُوحَةٌ وَحُكْمُ هَذِهِ الرَّاءِ التَّفْخِيمُ.

۱۔ کیونکہ راء موقوفہ میں جب رَوَم کیا جائے گا تو اس کی حرکت میں اتنا ضعف ہوگا کہ صرف قریب والا سننے گا، لہذا جیسی حرکت ظاہر ہوگی ویسی ہی راء پڑھی جائے گی۔ (ابن ضیاء)

فائدہ: غنّہ کی مقدار ایک الف ہے، اور الف کی مقدار دریافت کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھلی ہوئی انگلی کو بند کر لے، یا بند انگلی کو کھول لے اور یہ محض ایک اندازہ ہے، باقی اصل دار و مدار استاذ مشاق سے سننے پر ہے۔

قاعدہ ۲: میم اگر ساکن ہو تو اس کے بعد دیکھنا چاہیے کیا حرف ہے، اگر اس کے بعد بھی میم ہے تو وہاں ادغام ہوگا یعنی دونوں میمیں ایک ہو جائیں گی اور مثل ایک میم مشدّد کے اس میں غنّہ ہوگا (حقیقۃ التجوید)۔ جیسے: اَلَيْكُم مَّرْسَلُونَ۔ اور اس کو ”ادغام صغیر مثلین“ کہتے ہیں اور اگر میم ساکن کے بعد باء ہے تو وہاں غنّہ کے ساتھ اخفاء ہوگا اور اس اخفاء کا مطلب یہ ہے کہ اس میم کو ادا کرنے کے وقت دونوں ہونٹوں کے خشکی کے حصّہ کو بہت نرمی کے ساتھ ملا کر غنّہ کی صفت کو بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جائے اور پھر اس کے بعد ہونٹوں کے کھلنے سے پہلے ہی دونوں ہونٹوں کے تری کے حصّہ کو سختی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کیا جائے (جهد المقل)۔ جیسے: مَنْ يُعْتَصِمْ بِاللّٰهِ اور اس کو ”اخفاء شفوی“ کہتے ہیں۔ اور اگر میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا اور کوئی حرف ہو تو وہاں میم کا اظہار ہوگا، یعنی اپنے مخرج سے بلا غنّہ ظاہر کی جائے گی، جیسے: اُنْعَمْتَ، اور اس کو ”اظہار شفوی“ کہتے ہیں۔

متنبیہ: بعض حفاظ اس اخفاء و اظہار میں باء، واؤ اور فسا کا ایک ہی قاعدہ سمجھتے ہیں اور اس قاعدہ کا نام بوف کا قاعدہ رکھا ہے، یعنی بعض تو تینوں میں اخفاء کرتے ہیں، بعض تینوں میں اظہار کرتے ہیں اور بعض ان حرفوں کے پاس میم ساکن کو ایک گونہ حرکت دیتے ہیں، جیسے: عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ، يَمُدُّهُمْ فِيْ۔ یہ سب خلاف قاعدہ ہے، پہلا اور تیسرا قول تو بالکل ہی غلط ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ (درّۃ الفرید)

دسواں لمحہ

نون ساکن اور مشدد کے قاعدوں میں

چھٹے لمحہ کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ تنوین بھی نون ساکن میں داخل ہے، وہاں پھر دیکھ لو، مگر ان قاعدوں میں نون ساکن کے ساتھ تنوین کا نام بھی آسانی کے لیے دیا جائے گا۔

قاعدہ ۱: نون اگر مشدد ہو تو اس میں غنۃ ضروری ہے، اور مثل میم مشدد کے اس کو بھی اس حالت میں حرف غنۃ کہیں گے۔ نون لمحہ کا پہلا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۲: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حروف حلقی میں سے کوئی حرف آئے تو وہاں نون کا اظہار کریں گے، یعنی ناک میں آواز نہ لے جائیں گے، اور غنۃ بھی نہ کریں گے، جیسے: اَنْعَمْتُ، سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ وَغَيْرُهُ، اس اظہار کو ”اظہار حلقی“ کہتے ہیں۔ حروف حلقیہ چھ ہیں جو اس شعر میں جمع ہیں۔

حرف حلقی چھ سمجھ اے نور عین ہمزہ ہاء وحاء وء و عین و عین

چوتھے لمحہ میں مخرج ۲، ۱، ۳ اور ۴ کو پھر دیکھ لو، اور اظہار کا مطلب نون لمحہ کے دوسرے قاعدہ میں پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۳: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان چھ حرفوں میں سے کوئی حرف آئے جس کا مجموعہ يَوْ مَلُونٌ ہے تو وہاں ادغام ہوگا، یعنی نون اسکے بعد والے حرف سے بدل کر دونوں ایک ہو جائیں گے، جیسے: مِنْ لَدُنْهُ۔ دیکھو نون کو لام بنا کر دونوں لام کو ایک کر دیا۔ چنانچہ پڑھنے میں صرف لام آتا ہے، اگرچہ لکھنے میں نون بھی باقی ہے۔ مگر ان چھ حرفوں میں اتنا فرق ہے کہ ان میں سے چار حرفوں میں تو غنۃ بھی رہتا ہے، اور یہ غنۃ مثل نون مشدد کے بڑھا کر پڑھا جاتا ہے۔ ان چاروں کا مجموعہ يَنْمُوْهُ ہے، جیسے: مَنْ يُؤْمِنُ، بَرَقَ يَجْعَلُونَ وَغَيْرَ ذَلِكَ۔ اور اسکو ”ادغام مع الغنۃ“ کہتے ہیں۔

اور دو جو رہ گئے یعنی راء، لام ان میں غنہ نہیں ہوتا، جیسے: مِنْ لَدُنْهُ مثال اوپر گزری ہے، اس میں ناک میں ذرا بھی آواز نہیں جاتی، خالص لام کی طرح پڑھتے ہیں اور اسکو 'ادغام بلا غنہ' کہتے ہیں۔ اور نون لمعہ کے قاعدہ (۲،۱) میں غنہ وادغام کے معنی پھر دیکھ لو۔ مگر اس ادغام کی ایک شرط یہ ہے کہ یہ نون اور یہ حروف ایک کلمہ میں نہ ہوں ورنہ ادغام نہ کریں گے بلکہ اظہار کریں گے، جیسے: دُنْيَا، قِنْوَانٌ، صِنْوَانٌ، بُنْيَانٌ۔ اور تمام قرآن میں اس قاعدہ کے یہی چار لفظ پائے گئے ہیں۔ اور ان میں جو اظہار ہوتا ہے اسکو 'اظہار مطلق' کہتے ہیں۔

قاعدہ ۴: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر حرف باء آئے تو اس نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھیں گے، جیسے: مِنْ بَعْدُ، سَمِيعٌ بِصِيْرٍ۔ اور بعض قرآنوں میں آسانی کے لیے ایسے نون و تنوین کے بعد ننھی سی میم بھی لکھ دیتے ہیں (اس طرح مِنْ بَعْدُ) اور اس بدلنے کو 'اقلاب' اور 'قلب' کہتے ہیں اور اس میم کے اخفاء کا مطلب اور ادا کرنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو کہ اخفاء شفوی کا تھا۔ نون لمعہ کا دوسرا قاعدہ پھر دیکھ لو۔

قاعدہ ۵: نون ساکن اور تنوین کے بعد اگر ان تیرہ حروف کے سوا جن کا ذکر قاعدہ ۲، ۳، ۴ میں ہو چکا ہے، اور کوئی حرف آئے، تو وہاں نون اور تنوین کو اخفاء اور غنہ کے ساتھ پڑھیں گے، اور وہ پندرہ حروف یہ ہیں: ت، ث، ج، د، ذ، ز، س، ش، ص، ض، ط،

۱۔ حروف اخفاء ان اشعار میں جمع ہیں، ان کو یاد کرو۔

مجھ سے سن لو ان کی تم تفصیل کو
سین و شین و صاد و ضاد و طاء و ظاء
اس کو اخفاء حقیقی ہے لکھا
(محمد عبداللہ)

پندرہ حروفوں میں تم اخفاء کرو
تاء و ثاء و جیم و دال و ذال و زاء
فاء و قاف و کاف ہیں یہ پندرہ

ظ، ف، ق، ک۔ اور الف کو اس لیے شمار نہیں کیا کہ وہ نون ساکن کے بعد نہیں آسکتا (درة الفرید) اور اس اخفاء^۱ کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکن اور تین کو اس کے مخرج اصلی (کنارہ زبان اور تالو) سے علیحدہ رکھ کر اس کی آواز کو خیشوم میں چھپا کر اس طرح پڑھیں کہ نہ ادغام ہونہ اظہار، بلکہ دونوں کے درمیانی حالت ہو، یعنی نہ تو اظہار کی طرح اس کے ادا میں زبان کا سرا تالو سے لگے، اور نہ ادغام کی طرح بعد والے حرف کے مخرج سے نکلے، بلکہ بدون دخل زبان کے اور بدون تشدید کے صرف خیشوم سے غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف کے باقی رکھ کر ادا کیا جائے۔ اور جب تک اخفاء کی مشق کسی ماہر استاذ سے میسر نہ ہو اس وقت تک صرف غنہ ہی کے ساتھ پڑھتا رہے کہ دونوں سننے میں ایک دوسرے کے مشابہ ہی ہیں، جیسے: **أَنْذَرْتَهُمْ، قَوْمٌ ظَلَمُوا** وغیرہ۔ مگر پھر بھی آسانی کے لیے اس اخفاء کی ایک دو مثالیں اپنی بول چال کے لفظوں میں بتلا دیتا ہوں کہ کچھ تو سمجھ میں آجائے۔ وہ مثالیں یہ ہیں: کنواں، کنول، منہ، اونٹ، بانس، سینگ۔ دیکھو ان لفظوں میں نون نہ تو اپنے مخرج سے نکلا اور نہ بعد والے حرف میں ادغام ہو گیا، اس نون کے اخفاء کو 'خفاء حقیقی' کہتے ہیں۔ اور نون کے اظہار کو جس کا بیان دوسرے قاعدے میں ہوا ہے 'اظہار حلقی' کہتے ہیں۔ اور جس کا

۱۔ **فِي حَقِيقَةِ التَّجْوِيدِ: فَإِلْخَفَاءِ حَالٍ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ لَا تَشْدِيدَ فِيهِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ فِيهِ إِدْغَامٌ كَلْبِيٌّ وَلَا جَزْنِيٌّ، وَإِنَّمَا هُوَ أَنْ لَا تُظْهَرَ التُّونُ السَّاكِنَةُ عِنْدَ هَذِهِ الْحُرُوفِ، وَالْفَرْقُ بَيْنَ الْمَخْفِيِّ وَالْمُدْغَمِ أَنَّ الْمَخْفِيَّ مُخَفَّفٌ فِي الرَّسْمِ وَاللَّفْظِ، وَمَخْرَجُهُ مِنَ الْخَيْشُومِ وَمَخْرَجُ الْمُدْغَمِ مِنَ الْمُدْغَمِ فِيهِ، إِلَى الْخَبْرِ مَا قَالَ. (ص ۲۲۰) قَوْلُهُ: كَلْبِيٌّ وَلَا جَزْنِيٌّ يَعْنِي بِهَا الْإِدْغَامُ التَّامُّ وَالنَّاقِصُ. (محمد امین) ۲۔ پس جو لوگ نون مخفی کے ادا کرنے میں زبان کی نوک کو تالو سے لگاتے ہیں ان سے اخفاء ادا نہیں ہوتا، بلکہ وہ اخفاء کی جگہ اظہار کو اسکی مقدار معینہ سے بڑھا کر ادا کرتے ہیں، اسی طرح جو لوگ اسکے بعد والے حرف کے مخرج سے نکالتے ہیں ان سے بھی اخفاء ادا نہیں ہوتا بلکہ وہ اخفاء کی جگہ ادغام مع الغنہ یعنی ادغام ناقص کرتے ہیں۔ **فَأَفْهَمُ وَتَأَمَّلْ.** (محمد امین)**

بیان تیسرے قاعدے میں ہوا ہے ”اظہارِ مطلق“ کہتے ہیں۔ جس طرح میم کے اخفاء و اظہار کو ”شفوی“ کہتے تھے، جس کا بیان نویں لمعہ کے دوسرے قاعدہ میں گزرا ہے۔

گیارہوں لمعہ

الف، واؤ اور یاء کے قاعدوں میں

جب کہ یہ ساکن ہوں اور الف سے پہلے والے حرف پر زبر ہو اور واؤ ساکن سے پہلے پیش ہو اور یاء ساکن سے پہلے زیر ہو، اور اس حالت میں ان کا نام مدہ ہے، دیکھو لمعہ (۴) مخرج (۱) اور کھڑا زبر اور کھڑی زیر اور اُلٹا پیش بھی حروفِ مدہ میں داخل ہے، کیونکہ کھڑا زبر الف مدہ کی آواز دیتا ہے، کھڑی زیر یاء مدہ کی، اور اُلٹا پیش واؤ مدہ کی۔ اب ان قواعد کے بیان میں ہم فقط لفظ مدہ لکھیں گے، ہر جگہ اتنے لمبے نام کون لکھے۔

قاعدہ ۱: اگر حروفِ مدہ کے بعد ہمزمہ ہو اور یہ حروفِ مدہ اور ہمزمہ دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو وہاں اس مدہ کو بڑھا کر پڑھیں گے، اور اس بڑھا کر پڑھنے کو ”مد“ کہتے ہیں، جیسے: سَوَاءٌ، سُوَاءٌ، سَيِّئٌ۔ اور اس کا نام ”متصل“ ہے اور اس کو ”مد واجب“ بھی کہتے ہیں۔ اور مقدار اس کی تین الف، یا چار الف ہے، اور الف کے اندازہ کرنے کا طریقہ نویں لمعہ کے قاعدہ (۱) کے فائدہ میں لکھا گیا ہے۔ پس اس طریقہ کے موافق تین یا چار انگلیوں کو آگے پیچھے بند کر لینے سے یہ اندازہ حاصل ہو جائے گا، مگر یہ مقدار اس مقدار کے علاوہ ہے جو حروفِ مدہ کی اصلی مقدار ہے، مثلاً جَاءٌ میں اگر مد نہ ہوتا تو آخر الف کی بھی تو کچھ مقدار^۱ ہے، سو اس مقدار کے علاوہ مد کرنے کی مقدار^۲ ہوگی۔

۱۔ تَسْمَى بِالْوَجِبِ؛ لِأَنَّ كُلَّ الْأَيْمَةِ يُوجِبُهُ. (محمدیائین)

۲۔ ایک زبر کو دونا (دُگنا) کرنے سے الف ہو جاتا ہے، جیسے قَتَلَ سے قَاتَلَ، پس الف کی مقدار ایک زبر کی دونی (دُگنی) ہے۔ (ابن ضیاء) ۳۔ مثلاً چار الف والی مقدار میں ایک الف اصلی اور تین فرعی ہیں۔ (ابن ضیاء)

قاعدہ ۵: بعض سورتوں کے اول میں جو بعض حروف الگ الگ پڑھے جاتے ہیں، جیسے سورہ بقرہ کے شروع میں اَلَمْ (الف، لام، میم) ان کو ”حروف مقطّعه“ کہتے ہیں۔ ان میں ایک تو خود الف ہے، اسکے متعلق تو یہاں کوئی قاعدہ نہیں، اور اسکے سوا جو اور حروف رہ گئے وہ دو طرح کے ہیں: ایک تو وہ جن میں تین حرف ہیں، جیسے: لام، میم، قاف، نون۔ اور ایک وہ جن میں دو حرف ہیں طاء، ہا۔ سو جن میں دو حرف ہیں ان کے متعلق بھی یہاں کوئی قاعدہ نہیں، اور جن میں تین حرف ہیں ان پر مد ہوتا ہے، اسکو بھی ”مَدِلازم“ کہتے ہیں اور اس کی مقدار بھی تین الف ہے، اور ایسے مد کو ”مَدِحرنی“ کہتے ہیں۔ پھر ان میں سے جن حروف مقطّعه کے اخیر حرف پر پڑھنے کے وقت تشدید ہے انکے مد کو ”مَدِحرنی منقل“ کہتے ہیں۔ جیسے اَلَمْ میں لام کو جب لام میم کے ساتھ پڑھتے ہیں تو اس کے اخیر میں تشدید پیدا ہوتی ہے، اور جن میں تشدید نہیں ہے ان کے مد کو ”مَدِحرنی مخفف“ کہتے ہیں، جیسے: اَلَمْ میں میم کے اخیر میں تشدید نہیں ہے۔

تنبیہ: تین حرفی مقطّعات میں، جن میں مد پڑھنا بتلایا گیا ہے، اکثر میں تو بیچ کا حرف مدہ ہی ہے، جس کے بعد کہیں تو حرف ساکن ہے، جیسے میم میں یائے مدہ ہے، اور اس کے بعد میم ساکن ہے، اور کہیں حرف مشدّد ہے، جیسے لام میں الف مدہ ہے اور اس کے بعد میم مشدّد ہے اور مدہ پر ایسے مواقع میں ہمیشہ مد ہوتا ہی ہے، تو ان میں تو مد ہونا عام قاعدہ کے موافق ہے۔ البتہ جن تین حرفی مقطّعات میں بیچ کا حرف مدہ نہیں ہے، جیسے: گھیلہ عصّ میں عین ہے، وہاں مد ہونا اس عام قاعدے کے موافق نہیں ہے، اور اسی واسطے اگر مد نہ کریں تب بھی درست ہے، لیکن افضل یہی ہے کہ مد کریں اور اس کو ”مَدِلازم لین“ کہتے ہیں۔

۱۔ ایسے مواقع پر قرآن مجید میں سب جگہ لام میم کے ساتھ ہی پڑھا جاتا ہے، بس یہ قیدہ اتنی ہے نہ کہ احترازی۔ (محمد یامین)

تنبیہ ۲: جو حروف مقطعات اخیر میں ہیں اُن پر مد اُس وقت ہے جب اس پر وقف کریں اور اگر مابعد سے ملا کر پڑھیں تو پھر مد کرنا، نہ کرنا دونوں جائز ہیں، جیسے سورۃ آل عمران میں اَلَمْ کے میم کو اگر اللہ سے ملا کر پڑھیں تو مد کرنے نہ کرنے کا اختیار ہے۔

قاعدہ ۶: اگر حرف مدہ کے بعد کوئی حرف ساکن ہو جس کا سکون اصلی نہ ہو، یعنی اس پر وقف کرنے کے سبب سکون ہو گیا ہو (اور یہ ساکن مقابل ہے اس ساکن کا جو قاعدہ (۳) کے شروع میں مذکور ہوا ہے) تو اس مدہ پر مد کرنا جائز ہے اور نہ کرنا بھی درست ہے لیکن کرنا بہتر ہے، جیسے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ پر، اور اس کو ”مدّوقی“ اور ”مدّعارض“ بھی کہتے ہیں، اور یہ مدتین الف کے برابر ہے اور اس کو ”طول“ بھی کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے کہ دو الف کے برابر مد کریں اور اس کو ”توسط“ کہتے ہیں، اور یہ بھی جائز ہے کہ بالکل مد نہ کریں، یعنی ایک ہی الف کے برابر پڑھیں کہ اس سے کم میں حرف ہی نہ رہے گا (آگے تنبیہ ۳ دیکھو)، اس کو ”قصر“ کہتے ہیں۔ اور اس میں افضل طول ہے پھر توسط پھر قصر۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ان تینوں میں سے جو طریقہ اختیار کرو، ختم تلاوت تک اسی کے موافق کرتے چلے جاؤ، ایسا نہ کرو کہ کہیں طول کہیں قصر کہ یہ بدناما ہے۔ اور یہ مد بھی ”مدّجائز“ کی ایک قسم ہے، اور جہاں خود حرف مدہ پر وقف ہو وہاں یہ مد نہیں ہوتا، جیسے بعض لوگ غَفُورًا، شَكُورًا پر وقف کر کے مد کرتے ہیں، جو بالکل غلط ہے۔

تنبیہ ۱: مدّعارض جس طرح حروف مدہ پر جائز ہے اسی طرح حروف لین پر بھی جائز ہے، یعنی واؤ ساکن جس سے پہلے زبر ہو اور یائے ساکن جس سے پہلے زبر ہو، دیکھو لمعہ (۵)

۱۔ جب کہ سکون لازم کے بعد پھر کوئی ساکن حرف آنے سے پہلا حرف ساکن متحرک ہو جائے ورنہ مابعد حرکت ہوتے ہوئے وصل میں بھی مد کرنا ضروری ہے۔ (ابن ضیاء)

صفت (۱۳) جیسے: وَالصَّيْفِ پَرِيا مِنْ خَوْفٍ پَرِوَقْفِ كَرِيا، اور جس طرح مد یعنی طول جائز ہے اسی طرح تو سطر اور قصر بھی، مگر اس میں افضل قصر ہے پھر تو سطر پھر طول، اور اس مد کو ”مدِ عارضِ لین“ کہتے ہیں۔

تنبیہ ۲: حرفِ لین کے متعلق ایک قاعدہ لمعہ (۱۱) قاعدہ (۵) تنبیہ (۱) میں بھی گزرا ہے، دیکھ لو، کیونکہ وہاں حروفِ مقطّعة میں سے جو عین^۱ ہے اُس کی یاء حرفِ لین ہے۔

تنبیہ ۳: یہاں تک جتنی قسمیں مد کی مذکور ہوئیں یہ سب ”مدِ فرعی“ کہلاتی ہیں، یعنی چونکہ اصل حرف سے زائد ہیں اور ایک مد اصلی ہے اور اس کو ”ذاتی“ اور ”طبعی“ بھی کہتے ہیں، یعنی الف اور واؤ اور یاء کی اتنی مقدار کہ اگر اس سے کم پڑھیں تو وہ حرف ہی نہ رہے، بلکہ زبر یا پیش یا زیر رہ جائے، اور اس کے متعلق کوئی قاعدہ نہیں ہے۔

قاعدہ ۷: یہ قاعدہ حرفِ مدہ میں سے صرف الف کے متعلق ہے، وہ یہ کہ الف خود باریک پڑھا جاتا ہے، لیکن اس سے پہلے اگر کوئی حرف پڑ ہو، یعنی یا تو حروفِ مستعلیہ میں سے کوئی حرف ہو، جن کا بیان لمعہ (۵) صفت (۵) میں گزر چکا ہے، یا حرفِ راء ہو جو کہ مفتوح ہونے سے پُر ہو جائے گی، یا پُر لام ہو، جیسے لفظِ اللّٰہ کا لام ہے جب کہ اس سے پہلے زبر یا پیش ہو تو ان صورتوں میں الف^۲ کو بھی موٹا پڑھیں گے۔

اور جاننا چاہیے کہ ان حرفوں کے پُر ہونے میں بھی تفاوت ہے۔ تو ویسا ہی تفاوت اس الف کے پُر ہونے میں بھی ہوگا جو ان حرفوں کے بعد آیا ہے۔ سو سب سے زیادہ تو اسم اللّٰہ کا لام ہے، اس کے بعد طاء، اس کے بعد صاد اور ضاد، انکے بعد ظاء،

۱۔ مثل حَمَّ عَسَقَ کا عین اس کو مد لازم لین کہتے ہیں، اس میں طول اولیٰ اور قصر ضعیف ہے۔ (ابن ضیاء)

۲۔ جاننا چاہیے کہ واؤ مدہ کا بھی یہی حکم ہے جو یہاں پر الف کا بیان کیا گیا ہے، عند صاحب جہد المقل اور

یہ بھی معمول بہ قراء کا ہے، جیسے: وَالطُّورِ میں واؤ ثانی پُر پڑھی جاتی ہے۔ (محمد امین)

اس کے بعد قاف، اس کے بعد غین اور خا، ان کے بعد را۔ (حقیقۃ التجوید: ص ۲۹)

بارہواں لمعہ

ہمزہ کے قاعدوں میں

اس کے بعض قاعدے تو بدون عربی پڑھے سمجھ میں نہیں آسکتے، اس لیے صرف دو موقع کے قاعدے لکھ دیتا ہوں کہ سب قرآن پڑھنے والوں کو اس کی ضرورت ہے۔

قاعدہ ۱: چوبیسویں پارے کے ختم کے قریب ایک آیت^۱ میں یہ آیا ہے **ءَ اَعْجَمِي**، سوا سکا دوسرا ہمزہ ذرا نرم کر کے پڑھو، اس کو ”تسہیل“ کہتے ہیں۔

قاعدہ ۲: سورہ حجرات کے دوسرے رکوع^۲ میں یہ آیا ہے: **بِسْمِ الْاِسْمِ الْفُسُوْقِ**، سوا س کو اس طرح پڑھو کہ **بِسْمِ** کے سین پر تو زبر پڑھو، اور اس کے بعد کے کسی حرف سے نہ ملاؤ، پھر لام جو اس کے بعد لکھا ہے اس کو زبردے کر بعد کے سین سے ملا دو، پھر میم کو اگلے لام سے ملا دو۔ خلاصہ یہ ہے کہ **الِاِسْمِ** کے لام سے آگے پیچھے جو دو ہمزہ بشكل الف لکھے ہیں، ان کو بالکل مت پڑھو۔

تیرہواں لمعہ

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

اصل فن تجوید تو مخارج اور صفات کی بحث ہے، جو بفضلہ تعالیٰ بقدر ضرورت اوپر لکھی گئی، باقی اور تین علم اس فن کی تکمیل ہیں: علم اوقاف، علم قرأت، علم رسم خط۔ چنانچہ علم اوقاف کی ایک بحث^۳ وقف کرنے کے قواعد ہیں۔

۱۔ وَفِيهَا: فَاِذَا وَقَعَ بَعْدَهَا (أَيِ الحُرُوفِ الْمُفَقَّحَةِ) أَلِفٌ فَحَمَ الأَلِفُ؛ لِأَنَّهُ تَابِعٌ لِمَا قَبْلَهَا، بِخِلَافِ أُخْتِهَا فَإِنَّهُ إِذَا وَقَعَ بَعْدَهَا وَأُوِيَاءٌ فَلَا يُؤَثِّرُ تَفْخِيمُهَا فِيهِمَا. الخ ۲۔ سورۃ حم سجدہ: ۲۴۔
۳۔ سورۃ الحجرات: ۱۱۔ بِسْمِ لِسْمِ. ۴۔ وَالْبَحْثُ الأَخْرَ اُقْسَامُ الوُقُوفِ مِنَ الحَسَنِ وَالْقَبِيحِ وَالتَّامِ وَغَيْرِهِ (جهد المقل) لَمْ أَذْكَرْهُ كَالْباقِيَيْنِ؛ لِأَنَّهَا لَا يَتَعَلَّقُ بِالتَّجْوِيدِ.

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

قاعدہ ۱: جو شخص معنی نہ سمجھتا ہو اس کو چاہیے کہ انہیں مواقع پر وقف کرے جہاں قرآن کریم میں نشان بنا ہوا ہے، بلا ضرورت بیچ میں نہ ٹھہرے، البتہ اگر بیچ میں سانس ٹوٹ جائے تو مجبوری ہے، پھر اگر مجبوری سے ایسا ہو تو چاہیے کہ جس کلمہ پر ٹھہر گیا تھا اس سے یا اوپر سے پھر لوٹا کر اور مابعد سے ملا کر پڑھے، اور اس کا سمجھنا کہ اسی کلمے سے پڑھوں یا اوپر سے، بدون معنی سمجھے ہوئے مشکل ہے۔ جب تک معنی سمجھنے کی لیاقت نہ ہو شبہ کے موقع میں کسی عالم سے پوچھ لے، اور ایسی مجبوری کے وقف میں ایک اس کا خیال رہے کہ کلمہ کے بیچ میں وقف نہ کرے، بلکہ کلمہ کے ختم پر ٹھہرے، اور یہ بھی جان لو کہ وقف کرنا حرکت پر غلط ہے، جیسا اکثر لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً کسی شخص کا سانس سورہ بقرہ کے شروع میں بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ کے کف پر ٹوٹ گیا تو اس وقت کف کو ساکن کر دینا چاہیے، زبر کے ساتھ وقف نہ کریں۔ اسی طرح بے سانس توڑے وقف نہیں ہوتا، جیسا بعض لوگ آیت کے ختم پر ساکن حرف پڑھتے ہیں اور بے سانس توڑے دوسری آیت شروع کر دیتے ہیں، یہ بھی بے قاعدہ ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ ایسی مجبوری میں جس کسی کلمہ پر وقف کرو تو وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اسی کے موافق وقف کرو، اگرچہ وہ دوسری طرح پڑھا جاتا ہو، پڑھنے کے موافق وقف نہ کریں گے۔ مثلاً اَنَا میں جو الف، نون کے بعد ہے وہ ویسے تو پڑھنے میں نہیں آتا، لیکن اگر اس کلمہ پر وقف کیا جائے گا تو پھر اُس الف کو بھی پڑھیں گے اور پھر جب اُس کلمہ کو لوٹائیں گے تو اس وقت چونکہ مابعد سے ملا کر پڑھیں گے، اس لیے یہ الف نہ پڑھا جائے گا۔ ان باتوں کو خوب سمجھ لو اور یاد رکھو، اس میں بڑے بڑے حافظ بھی غلطی کرتے ہیں۔

تنبیہ: قاعدہ مذکورہ کے اخیر میں جو لکھا گیا ہے کہ وہ کلمہ جس طرح لکھا ہے اس کے موافق ٹھہرو، اس قاعدہ سے یہ الفاظ مستثنیٰ ہیں: اَوْ يُعْفُوا سورة البقرہ: ۲۳ میں، اَنْ تَبُوءَ ا

سورۃ المائدہ: ۲۹ میں، لَتَسْلُوْا سُوْرَةَ الرَّعْدِ: ۳۰ میں، لَنْ نَدْعُوْا سُوْرَةَ الْكَافِیْنَ: ۱۴ میں، لَیْرُبُوْا سُوْرَةَ الرَّوْمِ: ۳۹ میں، لَیْسَلُوْا سُوْرَةَ مُحَمَّدٍ: ۴ میں، نَبَلُوْا سُوْرَةَ مُحَمَّدٍ: ۳۱ میں، ثُمَّ وَاٰ جَارِجَةً: سورۃ ہود: ۶۸، سورۃ الفرقان: ۳۸، سورۃ العنکبوت: ۳۸، سورۃ النجم: ۵۱ میں اور دوسرا قَوَارِیُوْا سُوْرَةَ الدَّهْرِ: ۱۶ میں۔ ان سب الفاظ میں الف کسی حال میں نہیں پڑھا جاتا، نہ وصل میں نہ وقف میں، اور لفظ لَكِنَّا خاص سورۃ الکہف: ۲۸ میں اور الطَّنُوْنَا اور الرَّسُوْلَا اور السَّبِيْلَا یہ تینوں سورۃ الاحزاب: ۱۰، ۶۶، ۶۷ میں اور سَلْسِلَا اور پہلا قَوَارِیُوْا یہ دونوں سورۃ الدھر: ۴، ۱۵ میں اور لفظ اَنَا جہاں کہیں آئے تمام قرآن میں، ان تمام لفظوں میں بحالت وصل الف نہیں پڑھا جاتا، اور حالت وقف میں الف پڑھا جاتا ہے۔ مگر خاص لفظ سَلْسِلَا کو حالت وقف میں بدون الف پڑھنا بھی مروی ہے یعنی سَلَا سِلَّ۔

قاعدہ ۲: جس کلمہ پر وقف کیا ہے اگر وہ ساکن ہے تب تو اس میں کوئی بات بتلانے کی نہیں اور اگر وہ متحرک ہے تو اس پر وقف کرنے کے تین طریقے ہیں: ایک تو یہی جو سب جانتے ہیں کہ اس کو ساکن کر دیا جائے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اس پر جو حرکت ہے اس کو بہت خفیف سا ظاہر کیا جائے، اس کو ’رُوم‘ کہا جاتا ہے۔ اور انداز اس حرکت کا تہائی حصہ ہے، اور یہ زبر میں نہیں ہوتا، صرف زیر اور پیش میں ہوتا ہے، جیسے: بِسْمِ اللّٰهِ کے ختم پر میم پر سے بہت ذرا سا زیر پڑھ دیا جائے کہ جس کو بہت پاس والا سن سکے، یا نَسْتَعِيْنُ کے نون پر ایسا ہی ذرا سا پیش پڑھ دیا جائے اور رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے نون پر چونکہ زبر ہے، یہاں ایسا نہ کریں گے۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اس حرکت کا اشارہ صرف ہونٹوں سے کر دیا جائے، یعنی پڑھا بالکل نہ جائے بلکہ اس حرکت کے ظاہر پڑھنے کے

۱۔ یعنی متحرک بحرکت اصلیہ کیونکہ جہاں حرکت عارضی ہو اسکا یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ قاعدہ ۵ میں آئے گا۔ (محمد یامین)

وقف کرنے یعنی کسی کلمہ پر ٹھہرنے کے قواعد میں

وقت ہونٹ جس طرح بن جاتے ہیں اسی طرح ہونٹوں کو بنایا جائے اور اس حرف کو بالکل ساکن ہی پڑھا جائے، یہ ”اشام“ کہلاتا ہے اور اس کو پاس والا بھی نہیں سن سکتا، کیونکہ اس میں حرکت زبان سے تو ادا ہوئی نہیں، البتہ آنکھوں والا پڑھنے والے کے ہونٹ دیکھ کر پہچان سکتا ہے کہ اس نے اشام کیا ہے۔ اور اشام صرف پیش میں ہوتا ہے، اور زبر زیر میں نہیں ہوتا۔ مثلاً نَسْتَعِينُ کے نون پر پیش ہے، اس پیش کو پڑھا تو بالکل نہیں، نون کو بالکل ساکن پڑھا، مگر ہونٹوں کو نون ادا کرنے کے وقت ایسا بنا دیا جیسا پیش پڑھنے کے وقت بن جاتے ہیں یعنی ذرا چوچ سی بنا دی۔

قاعدہ ۳: جس کلمہ کے آخر میں تین ہو وہاں بھی روم جائز ہے، مگر حرکت ظاہر کرنے کے وقت

تینوں کا کوئی حصہ ظاہر نہ کیا جائے گا۔ (تعلیم الوقف: قاری عبد اللہ صاحب علی رحمۃ اللہ علیہ)

قاعدہ ۴: تاء جو کہ ”ہ“ کی شکل میں گول لکھی جاتی ہے، مگر اس پر نقطہ بھی دیے جاتے ہیں اگر

ایسی تاء پر وقف ہو، تو وہاں دو باتوں کا خیال رکھو: ایک تو یہ کہ اس کو ”ہ“ کے طور پر

پڑھو، دوسرے یہ کہ وہاں روم اور اشام مت کرو۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ ۵: روم اور اشام حرکت عارضی پر نہیں ہوتا ہے، جیسے: وَلَقَدْ اسْتَهْزَيْتُمْ میں کوئی شخص

وَلَقَدْ پر وقف کرنے لگے تو دال کو ساکن پڑھنا چاہیے اس کے زیر میں روم نہ کریں،

کیونکہ عارضی ہے (تعلیم الوقف) اور اس کو بھی عربی دان ہی جان سکتے ہیں۔ تم کو جہاں

جہاں شبہ ہو کسی عالم سے پوچھ لو۔

قاعدہ ۶: جس کلمہ پر وقف کرو اگر اس کے اخیر حرف پر تشدید ہو تو روم اور اشام میں تشدید بدستور

باقی رہے گی۔ (تعلیم الوقف)

قاعدہ ۷: جس کلمہ پر وقف کیا جائے اگر اس کے اخیر حرف پر زبر کی تین ہو، تو حالت وقف میں

اس تینوں کو الف سے بدل دیں گے، جیسے کسی نے فَاِنَّ كُنَّ نِسَاءً پر وقف کیا تو اس

طرح پڑھیں گے: نِسَاءِج

قاعدہ ۸: جس تَدْوِیٰی کا بیان گیارہویں لُحْد کے قاعدہ (۶) میں ہوا ہے، اگر رُوم کے ساتھ وقف کیا جائے اس وقت وہ مد نہ ہوگا۔ مثلاً الرَّحِيمُ يٰ نَسْتَعِيْنُ میں اگر پیش یا زیر کا ذرا ساحصہ ظاہر کر دیں تو پھر مد نہ کریں گے۔ (تعلیم الوقف)

چودھواں لُحْد

فوائد متفرقة ضروریہ کے بیان میں

اور گوان میں سے بعض بعض فوائد اور پر بھی معلوم ہو گئے ہیں مگر چونکہ دوسرے مضامین کے ذیل میں بیان ہوئے تھے، شاید خیال نہ رہے۔ اس لیے اُن کو پھر لکھ دیا اور زیادہ تر نئے فائدے ہیں۔

فائدہ ۱: سورۃ کہف کے پانچویں رکوع میں ہے لِكِنَّا هُوَ اللّٰهُ لِكِنَّا میں الف لکھا ہے مگر یہ پڑھا نہیں جاتا، البتہ اگر اس پر کوئی وقف کرے تو اس وقت پڑھا جائے گا۔
فائدہ ۲: سورۃ دہر کے شروع میں سَلْسِلًا یعنی دوسرے لام کے بعد بھی الف لکھا تو ہے مگر یہ بھی پڑھا نہیں جاتا، البتہ وقف کی حالت میں الف کا پڑھنا اور نہ پڑھنا دونوں طرح درست ہے اور پہلے لام کے بعد جو الف لکھا ہے وہ ہر حال میں پڑھا جاتا ہے۔

فائدہ ۳: اسی سورۃ دہر میں وسط کے قریب قَوَارِيْرًا قَوَارِيْرًا دو دفعہ ہے، اور دونوں کے اخیر میں الف لکھا ہے، سوائے قاعدہ یہ ہے کہ دوسری جگہ تو کسی حال میں الف نہیں پڑھا جائیگا، خواہ وقف ہو یا نہ ہو، اور پہلی جگہ اگر وقف کرو تو الف پڑھا جائیگا اور وقف نہ کرو تو الف نہیں پڑھا جائیگا۔ اور زیادہ عادت یہ ہے کہ پہلی جگہ کو وقف کرتے ہیں، دوسری جگہ نہیں کرتے۔ تو اس صورت میں پہلی جگہ الف پڑھو، دوسری جگہ مت پڑھو۔

فائدہ ۴: قرآن میں ایک جگہ امالہ ہے یعنی سورۃ ہود میں جو بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِبَهَا ہے اس کا بیان لمعہ (۸) قاعدہ (۴) میں دیکھ لو۔

فائدہ ۵: سورۃ طم سجدہ میں ایک تسہیل ہے ءَاَعْجَبِيْ، اس کا بیان بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۱) میں گزرا ہے، دیکھ لو۔

فائدہ ۶: سورۃ حجرات میں بِسْمِ اللّٰهِ فِي الْاِسْمِ فِي الْاِسْمِ کا ہمزہ نہیں پڑھا جاتا، بلکہ اس کے لام کو اس کے سین سے ملا دیتے ہیں اس کا بیان بھی بارہویں لمعہ کے قاعدہ (۲) میں گزرا ہے۔

فائدہ ۷: لَيْنٌ بَسَطَتْ اور اَحَطَّت اور مَافَرَطْتُمْ اور مَافَرَطْتُ میں ادغام ناتمام ہوتا ہے، یعنی طاء کو تاء کے ساتھ ملا کر مشدّد کر کے اس طرح پڑھا جائے کہ طاء اپنی صفت استعلاء و اطباق کے ساتھ بدون قلقلہ کے پڑا دہو اور تاء باریک ادا ہو، اور اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ^۱ میں بہتر یہی ہے کہ پورا ادغام کیا جائے، یعنی قاف بالکل نہ پڑھا جائے، بلکہ قاف کا کاف سے بدل کر اور دونوں کو ملا کر مشدّد کر کے پڑھا جائے۔

فائدہ ۸: نَ وَالْقَلَمِ اور يَسَّ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ میں نون اور سین کے بعد جو واؤ ہے، يَرْمَلُونَ کے قاعدہ کے موافق جس کا ذکر دسویں لمعہ کے قاعدہ (۳) میں آچکا ہے، اس واؤ میں ادغام ہونا چاہیے، مگر ادغام نہیں کیا جاتا۔

فائدہ ۹: سورۃ یوسف کے دوسرے رکوع میں ہے لَا تَأْمَنَّا، اس میں نون پر اشمام کیا کرو۔

۱۔ سورۃ المائدہ: ۲۸ ۲۔ سورۃ النمل: ۲۴ ۳۔ سورۃ یوسف: ۸۰

۴۔ سورۃ الزمر: ۵۶ ۵۔ سورۃ المرسلات: ۲۰

۶۔ وَيَجُوزُ النَّاقِصُ أَيْضًا وَهُوَ أَنْ يَبْقَى بَعْضُ صِفَاتِ الْمُدْغَمِ. كَعِنْدَ حَفْصٍ رَضِيَ

عَنْ اِخْتِيَارِهِ؛ لِأَنَّهُ سَهْلٌ عَلَى الْأَطْفَالِ، وَيَجُوزُ الرَّوْمُ أَيْضًا: لِأَتَامَنَّا وَلَا يَجُوزُ الْإِدْغَامُ الْمَحْضُ.

كَمَا لَا يَجُوزُ الْإِظْهَارُ الْمَحْضُ. (محمد یامین)

فائدہ ۱۰: قرآن مجید میں کہیں کہیں ”سکتہ“ لکھا ہوا پایا وگے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہاں ذرا ٹھہر جاؤ مگر سانس مت توڑو اور باقی سب قاعدے اس میں وقف کے جاری ہوں گے۔ مثلاً سورہ قیامہ میں ہے مَنْ سَكْتِه رَاقٍ ۝ تَوَيَّرَ مَلُونٌ کے موافق مَنْ کے نون کا ”ر“ میں ادغام ہو جاتا ہے مگر ادغام نہیں ہوا، کیونکہ جب سکتہ کو بجائے وقف کے سمجھا تو گویا نون اور راء میں اتصال نہیں رہا اس لیے ادغام نہیں ہوا۔ اسی طرح سورہ کہف میں ہے عَوَجًا ۝ قِيَمًا۔ تو اگر عَوَجًا پر وقف نہ کریں اور مابعد سے ملا کر پڑھیں تو اخفاء نہیں ہوگا، بلکہ زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر سکتہ کیا جائے گا۔ اور تمام قرآن شریف میں حفص کی روایت میں کل سکتے چار ہیں: ایک سورہ قیامہ میں، دوسرا سورہ کہف میں جو کہ مذکور ہوئے، تیسرا سورہ یس میں مِنْ مَّرْقَدِنَا سَكْتِه کے الف پر جب کہ مابعد سے ملا کر پڑھا جائے، چوتھا سورہ مطلقین میں كَلَّا بَلْ سَكْتِه کے لام ساکن پر، بس ان کے علاوہ قرآن میں کہیں سکتہ نہیں۔

فائدہ ۱۱: قرآن میں جہاں پیش آئے اس کو واؤ معروف کی سی بُودے کر پڑھو، اور جہاں زیر آئے اس کو یائے معروف کی سی بُودے کر پڑھو۔ ہمارے ملک میں پیش کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ مجہول پیدا ہوتی ہے، اور زیر کو ایسا پڑھتے ہیں کہ اگر اس کو بڑھا دو تو یائے مجہول پیدا ہوتی ہے۔ تو یہ بات عربی زبان کے خلاف ہے، ایسا مت کرو، بلکہ پیش کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو واؤ معروف پیدا ہو اور زیر کو ایسا پڑھو کہ اگر اس کو بڑھا دیا جائے تو یائے معروف پیدا ہو، اور زیر اور پیش کے اس طرح ادا ہونے کو ماہر استاذ سے سن لو، لکھا ہوا دیکھنے سے سمجھ میں شاید نہ آیا ہو۔

فائدہ ۱۲: جب واؤ مشدّد یا یاءِ مشدّد پر وقف ہو تو ذرا سختی سے تشدید کو بڑھانا چاہیے تاکہ تشدید باقی رہے، جیسے: عَدُوٌّط اور عَلَى النَّبِيِّط

فائدہ ۱۳: سورہ یوسف میں ہے لِيَكُونُوا مِنَ الصَّاعِرِينَ. اور سورہ اقرآ میں ہے لَنَسْفَعًا
بِالنَّاصِيَةِ۔ اگر لِيَكُونُوا اور لَنَسْفَعًا پر وقف کرو تو الف سے پڑھو، یعنی تنوین مت
پڑھو۔

فائدہ ۱۴: چار لفظ قرآن مجید میں ہیں کہ لکھے تو جاتے ہیں صاد سے اور اس صاد پر چھوٹا سا
”س“ بھی لکھ دیتے ہیں، اس کا قاعدہ سمجھ لو ایک تو سورہ بقرہ (۲۴۵) میں
يَقِيضُ وَيَبْطِئُ۔ دوسرا سورہ اعراف (۶۹) میں فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً۔ ان دونوں
جگہ میں ”س“ پڑھو۔ تیسرا سورہ طور (۳۷) میں اُمُّهُمْ الْمُضْطَرُونَ، اس میں
چاہے ”س“ پڑھو، چاہے صاد پڑھو۔ چوتھا سورہ غاشیہ (۲۲) میں بِمُضْطَرٍ،
اس میں صاد پڑھو۔

فائدہ ۱۵: کئی مواقع قرآن مجید میں ایسے ہیں کہ لکھا ہوا تو ہے لا اور پڑھا جاتا ہے ل، پڑھتے
وقت اُنکا بہت خیال رکھو۔ ایک سورہ آل عمران (۱۵۸) میں لَا اِلٰهَ اِلَّا
تُحْشَرُونَ، دوسرا سورہ توبہ (۴۷) میں وَلَا اَوْضَعُوا، تیسرا سورہ نمل (۲۱) میں
اَوْ لَا اَذْبَحْنَهُ، چوتھا سورہ الصُّفَّتِ (۶۸) میں لَا اِلٰهَ اِلَّا الْجَحِيْمُ، پانچواں سورہ
حشر (۱۳) میں لَا اَنْتُمْ اَشْدُّ۔ اسی طرح سورہ آل عمران پندرہویں رکوع میں لکھا ہوا
ہے اَفَايْنُ، اور پڑھا جاتا ہے اَفَيْنُ۔ اور چند مقامات میں لکھا ہوا ہے مَلَانِهَ، اور
پڑھا جاتا ہے مَلَانِهَ۔ اور سورہ کہف کے چوتھے رکوع میں لکھا ہے لِشَايِءٍ اور پڑھا
جاتا ہے لِشَايِءٍ، اور بعض جگہ لکھا ہوا ہے نَبَايِ اور پڑھا جاتا ہے نَبْيِ۔

تنبیہ: مذکورہ قاعدے اکثر تو وہ ہیں جن میں کسی کا اختلاف نہیں اور جن میں اختلاف

لَهُ وَإِنْ كَانَ خِلَافَ الْقِيَاسِ لِأَنَّهُنَّ سَوِيَّاتٌ خَفِيْفَةٌ لَكِنَّ الْوُقُوفَ يَكُونُ تَابِعًا لِلرُّسْمِ. وَهَذِهِ الْقَاعِدَةُ
أَكْثَرِيَّةٌ لَا كَلْبِيَّةٌ: فَإِنَّ نُمُودًا بِالْأَلْفِ إِذَا وَقَفَ عَلَيْهِ لَا يَكُونُ وَقْفَةً تَابِعًا لِلرُّسْمِ. (قاری محمد امین)

ہے ان میں سے میں نے امام حفص بن سلیمان الأَسَدی الکوفی رضی اللہ عنہ کے قواعد لکھے ہیں، جن کی روایت کے موافق ہم لوگ قرآن مجید پڑھتے ہیں، اور انہوں نے قرآن مجید حاصل کیا ہے امام عاصم رضی اللہ عنہ تابعی سے، اور انہوں نے زَرِّ بن جُبَیْس رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن حبیب سلمی رضی اللہ عنہ سے، اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت اَبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اور ان سب حضرات نے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

خاتمہ: چاند کا پورا المعہ بھی چودھویں رات کو ہوتا ہے اور یہاں بھی چودھویں المعہ کے ختم پر سب مضامین پورے ہو گئے، اس لیے یہاں پہنچ کر رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نافع اور مقبول فرمائے! طالب علموں سے خصوصاً بچوں سے خصوصاً قدوسیوں سے رضائے مولیٰ کی دعا کا طالب ہوں۔

(حضرت مولانا) اشرف علی عفی عنہ

۵ صفر ۱۳۳۲ھ

مكتبة البشير

المطبوعة

ملونة كرتون مقوي

السراجي	شرح عقود رسم المفتي
الفوز الكبير	متن العقيدة الطحاوية
تلخيص المفتاح	المرفأة
دروس البلاغة	زاد الطالبين
الكافية	عوامل النحو
تعليم المتعلم	هداية النحو
مبادئ الأصول	إيساغوجي
مبادئ الفلسفة	شرح مائة عامل
هداية الحكمة	المعلقات السبع

هداية النحو (مع الخلاصة والتمارين)

متن الكافي مع مختصر الشافعي

ستطبع قريبا بعون الله تعالى

ملونة مجلدة / كرتون مقوي

الجامع للترمذي	الصحيح للبخاري
التسهيل الضروري	شرح الجامي

ملونة مجلدة

(٧ مجلدات)	الصحيح لمسلم
(مجلدين)	الموطأ للإمام محمد
(٣ مجلدات)	الموطأ للإمام مالك
(٨ مجلدات)	الهداية
(٤ مجلدات)	مشكاة المصابيح
(٣ مجلدات)	تفسير الجلالين
(مجلدين)	مختصر المعاني
(مجلدين)	نور الأنوار
(٣ مجلدات)	كنز الدقائق
تفسير البيضاوي	التبيان في علوم القرآن
الحسامي	المسند للإمام الأعظم
شرح العقائد	الهدية السعيدية
القطني	أصول الشاشي
نفحة العرب	تيسير مصطلح الحديث
مختصر القدوري	شرح التهذيب
نور الإيضاح	تعريب علم الصيغة
ديوان الحماسة	البلاغة الواضحة
المقامات الحبرية	ديوان المتنبي
آثار السنن	النحو الواضح (الابتدائية الثانية)
شرح نخبة الفكر	رياض الصالحين (مجلدة غير ملونة)

Books in English

Tafsir-e-Uthmani (Vol. 1, 2, 3)
 Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
 Key Lisaan-ul-Quran (Vol. 1, 2, 3)
 Al-Hizb-ul-Azam (Large) (H. Binding)
 Al-Hizb-ul-Azam (Small) (Card Cover)
 Secret of Salah

Other Languages

Riyad Us Saliheen (Spanish) (H. Binding)
 Fazail-e-Aamal (German)
 To be published Shortly Insha Allah
 Al-Hizb-ul-Azam (French) (Coloured)

